ہوشیار باش! آپ کی یہ ملکیت نہیں   رکھیۓ سنبھال کر، یہ امانت زبان کی
جو اہل دل ہیں، اہل نظر ہیں جہان میں   کرتے ہیں پاسداری نہایت زبان کی

رکھیۓ سنبھال کر، یہ امانت زبان کی

مرتب

خورشید انور قاسمی غفرلہ

استاذ حدیث وفقہ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

ناشر: مکتبہ فوز وفلاح لالباغ مراد آباد

بسم الله الرحمن الرحیم

بسم الله الرحمن الرحيم

عن عروة عن عائشة رضى الله عنهما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا جلس مجلسا او صلى تكلم بكلمات فسئلت عائشة عن الكلمات فقالت ان تكلم بخير كان طابعا عليهن الى يوم القيامة وان تكلم بغير ذلك كان كفارة له سبحانك اللهم وبحمدك استغفرك واتوب اليك۔ (**نسائی شریف ۱/۱۵۱-۱۵۰**، نوع آخر من الذكر بعد التسليم) قال العلامة السندهیؒ فيستحب للانسان ختم المجلس به اى مجلس كان ۔

(حاشیۂ نسائی)

پیش لفظ

الحمد لله وحده والصلوة والسلام علی من لا نبی بعده

ہمارے سماج میں بکثرت ایسے اعمال پائے جاتے ہیں جن کی شرعی حیثیت سے لوگ ناواقف ہیں انہیں معلوم نہیں کہ ہم جو عمل کر رہے ہیں وہ فرض ہے یا واجب؟ سنت ہے یا مستحب ہے یا مباح (مساوی الطرفین) اور غیر ضروری ہے۔

اسی طرح اس پر بھی توجہ نہیں ہے کہ کسی عمل کو جس طریقہ پر ہم انجام دے رہے ہیں شریعت کی نظر میں وہ طریقہ صحیح ہے یا نہیں؟ بس آنکھ بند کر کے عمل کیے جا رہے ہیں اور تماشا یہ ہے کہ اندھیرے میں تیر چلا رہے ہیں اور دوسروں پر فتوے لگانے کی جسارت بھی کر رہے ہیں غیر ضروری اور اختیاری عمل جس کو شریعت اسلامی چھوڑنے کی اجازت دیتی ہے، ہم شریعت سے اوپر اٹھ کر اس کے چھوڑنے والوں کو بری نظر سے دیکھتے ہیں اور ان بے قصوروں کو خطاوار کہتے ہیں حتی کہ ملامت وتنقید کا نشانہ بنانے سے بھی نہیں چوکتے یہ طرز عمل عجب، خود پسندی، خود رائی اور بہتان تراشی پر مبنی ہونے کے ساتھ ساتھ زبان کے استعمال میں ''مجرمانہ بے احتیاطی'' بھی ہے کسی دانا نے کہا ہے اَلْبُهْتَانُ عَلَى الْبَرِّ اَثْقَلُ مِنَ السَّمٰوٰاتِ . (کسی بے قصور آدمی پر بہتان لگانا سات آسمانوں سے بھاری گناہ ہے، اس تکلیف دہ صورت حال سے دل وقتاً فوقتاً کڑھتا رہتا ہے لہٰذا اس رسالہ میں درج ذیل موضوعات پر خامہ فرسائی کی گئی ہے اللہ تعالیٰ اس کی افادیت کو عام اور تام فرمائے:

(۱) ایک عظیم فتنہ، اصلاحی کوششوں سے ٹکراؤ۔

(۲) زبان حق ترجمان کا بے جا استعمال۔

(۳) بلا تحقیق کسی مسئلہ پر لب کشائی اور اس سلسلے کے واقعات وعلمی تحقیقات۔

(۴) ترک مستحب پر ملامت اور اس کے نقصانات۔
(۵) جو عمل شرعاً ثابت ہو کیا اس پر پابندی عائد کی جاسکتی ہے؟
اس کے ضمن میں چند اصول۔
(۶) فرض نمازوں کے بعد دعا کی شرعی حیثیت۔
(۷) فرض نمازوں کے بعد دعا سے پہلے سورۂ یٰس شریف کی تلاوت۔
(۸) فرض نمازوں کے بعد کی مسنون دعائیں اور اذکار۔

ناظرین گرامی قدر سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ دوران مطالعہ کوئی خامی نظر آئے مطلع فرما کر مشکور ہوں۔

۞۞۞۞۞

۞۞۞

۞

ایک عظیم فتنہ، اصلاحی کوششوں سے ٹکراؤ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک مجلس میں حاضرین سے سوال کیا!

كَيف بِكم إذا لَبِسَتْكم فتنةٌ يَرْبُو فيها الصغيرُ ويَهْرَمُ فيها الكبيرُ وتُتَّخَذُ سُنَّةً فإنْ غُيِّرَتْ يومًا قيل هذا مُنْكَرٌ۔ (الترغيب والترهيب للامام المنذریؒ)

لوگو! بتاؤ اُس وقت تمہارا کیا حال ہوگا اور تم پر کیا بیتے گی جب تم میں کوئی فتنہ (اور غلط عمل) رائج ہو جائیگا (اور اتنی طویل مدت تک تم میں وہ پروان چڑھتا رہے گا کہ) بچے اس میں بڑے اور جوان ہو جائیں گے اور جوان بوڑھے ہو جائیں گے اور (طویل مدت تک رائج اس برے عمل کے خلاف کوئی آواز نہیں اٹھے گی نتیجہ یہ نکلے گا کہ) اس فتنہ کو عملاً سنت بنالیا جائیگا، اس کے بعد اگر کسی وقت اس میں تبدیلی کی کوشش کی جائیگی، یعنی اس فتنہ و غلط عمل یا ''غلط طرز عمل'' کی اصلاح اور اصل سنت کو زندہ کرنے کی کوشش کی جائے گی تو (فریب خوردہ شاہینوں کی طرف سے) آواز اٹھے گی **ھذا منکر** یہ (اصلاحی کوشش) غلط اور قابل نکیر ہے۔ جو قوم یا جماعت پستی کی اتنی گہری کھائی میں جا گری ہو اس کی بدنصیبی اور خیر سے محرومی سے کون انکار کرسکتا ہے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا لا خیر فی قوم لیسوا بناصحین ولا خیر فی قوم لایحبون الناصحین یعنی دو قسم کے لوگ خیر وسعادت سے محروم ہو جاتے ہیں۔

(۱) جو لوگ روک ٹوک اور نصیحت نہیں کرتے۔

(۲) جو لوگ روک ٹوک کرنے والوں کو پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھتے۔

سوچیے کیا اس قوم یا تنظیم میں خیر ہو سکتی ہے؟ جو امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے خود بھی محروم ہو اور اس کام کے کرنے والوں کو بھی اچھی نظر سے نہ دیکھتی ہو۔

تشریح: حضرت والاؒ کے اس ارشاد میں بڑے بڑے دو فتنوں کی پیشین گوئی ہے

ایک یہ کہ امت میں خلاف سنت اور خلاف شریعت اعمال واطوار رواج پائیں گے اور فساد عقیدہ اور فساد عمل کے ان فتنوں میں امت ــــ نہ کہ کوئی خاص فرقہ وجماعت ــــ عرصۂ دراز تک مبتلا رہے گی، اس پر کوئی نکیر نہ ہوگی لہٰذا لوگ غلط فہمی کا شکار ہو جائیں گے، کوئی اسے واجب شرعی سمجھ بیٹھے گا، کوئی اسے سنت سمجھ بیٹھے گا۔

دوسرے یہ کہ جب کوئی فقیہ وفاضل اس فتنہ کے خلاف آواز اٹھائے گا اس پر نکیر کرے گا یا اس کی شرعی حیثیت اجاگر کرے گا اور اس سے اجتناب کرے گا تو ''الٹا چور کوتوال ڈانٹے'' لوگ اسی کو مجرم بنا کر پیش کردیں گے۔

ہم دعا لکھتے رہے وہ دغا پڑھتے رہے ☆ ایک نقطے نے ہم کو محرم سے مجرم کر دیا

جیسا کہ فی زمانہ باشعور اہل علم اس بدترین صورت حال کا چشم دید مشاہدہ کر رہے ہیں، عوام تو عوام بہت سے فریب خوردہ خواص بھی ایسے موقعوں پر اصلاحی کوششوں سے برسرِ پیکار ہوجاتے ہیں انہیں اس کا خیال بھی نہیں آتا کہ ہمارا یہ عمل بدخلقی کی بدترین شکل ہے حدیث پاک میں ہے انسان بداخلاقی کی وجہ سے جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ڈال دیا جائے گا۔ (الترغیب ۸۴۸)

ایسے لوگوں کو یہ بتا دینا ضروری ہے کہ فتنہ کتنا ہی پرانا ہو جائے فتنہ ہی رہے گا دین نہیں بن جائے گا، بدعت کتنی ہی پرانی ہو جائے بدعت ہی رہے گی سنت نہیں بن جائے گی، رسم کتنی ہی پرانی ہو جائے رسم ہی رہے گی شریعت نہیں بن جائے گی، اسی طرح مباح کا کتنا ہی التزام واہتمام کرلیا جائے وہ مباح ہی رہے گا واجب یا مستحب نہیں بن جائے گا بلکہ التزام کی وجہ سے ناجائز ہو جائے گا اور دین مبین دین ہی رہے گا خواہ لوگ اسے فراموش کر کے صدیوں تک نظر انداز کرتے رہیں لہٰذا اس قسم کے فتنوں سے نمٹنے کے لئے جہد مسلسل کی ضرورت ہے۔

خوش خبری: اس کے ساتھ ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مذکورہ ارشاد گرامی میں یہ خوشخبری بھی ہے کہ امت کبھی بانجھ نہیں ہوگی وقفہ وقفہ سے اللہ جل شانہ ایسے حق شناس وخوش نصیب بندے پیدا کرتا رہے گا جو روایات ورسومات اور بدعات وخرافات کے گرد وغبار کو صاف کر کے دین مبین اور شریعت مطہرہ کا رُخ تاباں (اصلی چہرہ) بلاخوف لومۃ لائم امت کے سامنے پیش کرنے کی سعادت سے بہرہ ور ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت فَطُوبیٰ لِلْغُرَبَاءِ الَّذِینَ یُصْلِحُونَ مَاأَفْسَدَالنَّاسُ کے تمغہ سے سرفراز ہوتے رہیں گے کثر اللہ سوادھم آمین۔

تنبیہ: حضرت والاؒ کی اس پیشین گوئی کو پڑھ کر یقیناً آپ کا ذہن مشہور مروجہ بدعات کی طرف منتقل ہوا ہوگا، عرس، جلوس میلاد وتعزیہ اور تیجہ، چالیسواں اور گیارہویں جیسی بہت سی بدعات کے خیال وتصور سے آپ کو الجھن وتشویش ہوئی ہوگی یقیناً یہ سب ایسے منکرات ہیں کہ جو لوگ ان میں ملوث ومبتلا ہیں وہ ان کے خلاف ایک حرف بھی سننا پسند نہیں کرتے ہیں کیونکہ ان ہی ''کرگسوں'' میں ان کی پیدائش اور نشو ونما ہوئی ہے۔ علامہ اقبالؒ نے کہا ہے نا!

وہ فریب خوردہ شاہین کہ پلا ہو''کرگسوں''میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ ورسم شہبازی؟

لیکن **''ہم کو تو ہمارا ہی گریبان بہت ہے''**

یاد رہے: اس پیشین گوئی کا تعلق صرف فرق باطلہ ہی سے نہیں بلکہ اہل حق کے طبقہ سے بھی ہے، ہم میں بھی ایسے لوگ ہیں جو اصلاحی اقدامات سے چڑھتے ہیں اور صحیح کو غلط کہنے کی، یا بدعت کو جائز کہنے کی جسارت کر بیٹھتے ہیں اور ہم میں ایسے لوگ بھی ہیں جو روایات ورسومات سے اتنا ہی پیار کرتے ہیں جتنا صرف شرعی اعمال

سے کرنا چاہیے اور ایسوں کی بھی کمی نہیں جو روایتی علم پر نازاں ہیں۔تحقیقات وحقائق کو قبول کرنے سے بیزار نظر آتے ہیں۔

جب کہ شریعت وسنت کے مسائل میں دینی کتابیں اصل حاکم وفیصل ہیں روایتی مزاج کو یا روایتی معلومات کو حاکم بنانا نفسانی خواہشات کو حاکم بنانے کے مترادف ہے،لایؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ ۔

اس وجہ سے ہمیں بھی غور وفکر کرنے کی سخت ضرورت ہے،اپنے اعمال وافکار اور گفتار وکردار کا دقت نظر وباریک بینی کے ساتھ جائزہ لینا ہر شخص کے لئے ضروری ہے لہٰذا آپ بھی خلیفہ راشد حضرت عمر بن الخطابؓ کی اس قیمتی نصیحت کا ہمہ وقت استحضار رکھیے **حَاسِبُوا اَنْفُسَکُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا وَتَزَیَّنُوْا لِلْعَرْضِ الاَکْبَرِ، وَاِنَّمَا یَخِفُّ الْحِسَابُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عَلٰی مَنْ حَاسَبَ نَفْسَہ فِی الدُّنْیَا.**

لوگو! اس سے پہلے کہ اللہ کی بارگاہ میں تمہارا حساب لیا جائے تم خود اسی دنیا میں اپنا محاسبہ کرلو اور اس بڑی پیشی کے لئے توبہ واستغفار کرکے، بندوں کے حقوق ادا کرکے،ان سے معافی وتلافی کرکے اپنا تزکیہ کرلو،اپنے گناہوں کی معافی کرالو، اور یاد رکھو قیامت کے روز اسی شخص کے حساب میں تخفیف ونرمی ہوگی جو دنیا میں اپنا محاسبہ کرتا رہے گا۔

وہ شخص خدا ترس اور متقی نہیں جو اپنے محاسبہ سے غافل ہو حضرت میمون بن مہرانؒ فرماتے ہیں **لایَکُوْنُ الْعَبْدُ تَقِیًّا حَتّٰی یُحَاسِبَ نَفْسَہ کَمَا یُحَاسِبُ شَرِیْکَہ مِنْ اَیْنَ مَطْعَمُہ وَمَلْبَسُہ؟** آدمی اپنے شریک کار اور پارٹنر کے حق میں جتنا ہوشیار اور چوکنا رہتا ہے اور اس پر نظر رکھتا ہے کہ اس کا کھانا اور کپڑا کہاں سے آرہا ہے جب تک اپنے محاسبہ میں اتنا ہی چوکنا نہ رہے متقی کہلانے کا مستحق نہیں۔

زبان حق ترجمان کا بے جا استعمال: محسن انسانیت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ

وسلم نے زبان کو قابو و کنٹرول میں رکھنے کی تاکید پر تاکید فرمائی اور مختلف انداز میں ''بے قابو زبان'' کے ضرر اور نقصان سے امت کو آگاہ فرمایا ایک موقع پر ارشاد فرمایا: **اِنَّ الرَّجُلَ لَیَتَکَلَّمُ بالکَلِمَۃَ فِی الشَّرِّ مَایعلَمُ مَبْلَغَھَا یَکْتُبُ اللّٰہُ بِھاعَلَیْہِ سَخَطَہ الٰی یومٍ یَلْقاہُ** یعنی آدمی کبھی کبھی ایسا برا لفظ بول دیتا ہے جس کے برے انجام سے بے خبر ہوتا ہے وہ نہیں جانتا ہے کہ اس ایک بول کی وجہ سے دنیا وآخرت میں کتنے خراب اور تباہ کن نتائج سامنے آسکتے ہیں جب کہ اس ''بے احتیاطی ولاپرواہی'' کی وجہ سے اللہ جل شانہ قیامت تک کے لئے اس سے ناراض اور خفا ہو جاتے ہیں۔

دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا: **اَتَدْرُوْنَ مَایُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ؟ الاَجْوَفَانِ اَلْفَمُ وَالْفَرَجُ** یعنی زیادہ تر لوگ اپنے دو اعضاء (کے غلط استعمال) کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے ایک منھ، دوسرے شرم گاہ۔

حضرت انسؓ کی دوسری روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بندہ کا ایمان درست نہیں رہ سکتا جب تک کہ اس کا دل درست نہ ہو اور بندہ کا دل درست نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی زبان درست نہ ہو۔ (مسند احمد بن حنبلؒ)

سبق آموز واقعہ: حضرت انسؓ کا ارشاد ہے کہ ہم میں سے ایک صاحب جنگ احد میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے لاش اٹھائی گئی تو یہ عجیب منظر سامنے آیا کہ وہ انتہائی بھوک کی حالت میں جنگ کر رہے تھے اور ان کے پیٹ پر بھوک کی وجہ سے پتھر بندھا ہوا تھا ان کی والدہؓ نے ان کے چہرہ سے مٹی اور گرد وغبار صاف کرتے ہوئے فرمایا: **ھَنِیْئًا لَکَ یَابُنَیَّ الجنۃُ.** (بیٹا تجھے جنت مبارک ہو) محسن انسانیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مبارک بادی سنی تو فوراً ان کی والدہ کو تنبیہ کی اور فرمایا: مَایُدْرِیْكِ؟ لعلَّہ کانَ یتکلَّمُ فیما لا یَعْنِیْہ، وَیَمْنَعُ مالا

یَـضُـرُّہ، تمھیں کیا خبر؟ ہوسکتا ہے وہ لایعنی (بے مقصد اور فضول) باتیں کرتا رہا ہو، اور کسی مجبوری ولاچاری کے بغیر بخل وکنجوسی اور مستحقین کی حق تلفی کرتا رہا ہو۔

اس واقعہ میں ہم سب کے لئے بڑی عبرت ونصیحت ہے کہ ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں اہم ترین جنگ میں جہاد کرتے ہوئے بارگاہ رب العزت میں جان کا نذرانہ پیش کرتے ہیں، شہادت کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے ہیں پھر بھی صرف اس وجہ سے جنت کی بشارت کے قابل نہیں کہ شاید ان کی زبان سے نکلے ہوئے ''لایعنی الفاظ اور فضول جملوں'' سے ان کا نامۂ اعمال داغ دار ہو اور شاید کسی بندہ کا حق ان کے ذمہ باقی ہو۔

بلاتحقیق کسی مسئلہ پر لب کشائی کر کے گنہگار نہ ہوں

اور رب العالمین کی یہ ہدایت ہمیشہ ملحوظ رکھیں وَ لاَ تَـقْفُ مَا لَيْسَ لَکَ بِـهٖ عِلْـمٌ اِنَّ السَّـمْـعَ وَ الْبَـصَــرَ وَ الْـفُـؤَادَ کُـلُّ اُولٰٓـئِکَ کَـانَ عَنْـهُ مَسْــئُـوْلاً (اسراء ۳۶) اس چیز کے درپے مت ہوا کرو جس کے بارے میں تم کو علم (صحیح) نہ ہو، بے شک کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک کی پرسش ہوگی۔

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ لکھتے ہیں: بلاتحقیق ہر سنی سنائی بات (یا خیالی بات) کے پیچھے مت ہولیا کرو۔ فقہاء کرامؒ نے اس آیت کے ذیل میں یہ بھی کہا ہے کہ احکام شرعی محض اٹکل سے بتادینا یا کسی پر بغیر تحقیق کوئی الزام لگا دینا دونوں اس آیت سے ناجائز ٹھہرتے ہیں۔

احساس ذمہ داری کی تعلیم ہر ہر فرد کو اس سے بہتر اور کہاں ملے گی؟ اس پر آج عمل ہونے لگے تو شخصی اور قومی، انفرادی واجتماعی دونوں قسم کے کتنے جھگڑے، قصے آج دنیا سے مٹ جائیں۔ (تفسیر ماجدی)

علامہ شبیر احمد عثمانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: یعنی بے تحقیق بات زبان سے مت نکال، نہ اس کی اندھا دھند پیروی کر، آدمی کو چاہیے کہ کان آنکھ، دل ودماغ سے کام لے کر اور بقدر کفایت تحقیق کر کے ہی کوئی بات منہ سے نکالے۔

(۱) جھوٹی شہادت دینا۔ (۲) غلط تہمتیں لگانا۔

(۳) باپ دادا کی تقلید یا رسم ورواج کی پابندی میں خلاف شرع اور ناحق باتوں کی حمایت کرنا۔

(۴) اوران دیکھی یا ان سنی چیزوں کو دیکھی یا سنی ہوئی بتانا۔

(۵) غیر معلوم اشیاء کی نسبت دعوی کرنا کہ میں جانتا ہوں۔

یہ سب صورتیں اس آیت کے تحت داخل ہیں۔انتہی

لہٰذا جب تک مسئلہ کے مالہ وماعلیہ پر عبور نہ حاصل ہو جائے اس پر لب کشائی کرنا نص قرآنی کی خلاف ورزی اور فضول گوئی کی بدترین شکل ہے کسی نے کہا ہے

کم من عائب قولا صحیحا

آفتہ من الفھم السقیم

کسی نے سچ کہا ہے: مشین کو زنگ لگے تو پرزے شور کرتے ہیں، عقل کو زنگ لگے تو زبان فضول بولتی ہے۔

ضلوا فاضلوا: ۷۶-۱۹۷۵ء میں جب بندہ مدرسہ شاہی میں زیر تعلیم تھا ہدایہ ثالث کا سبق مفتی اعظم مدرسہ شاہی حضرت مولانا مفتی عبد الرحمٰن صاحبؒ بچھرایوں **طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ** کے پاس ہوتا تھا ایک روز حضرت نے دوران درس سوال فرمایا بتاؤ خیار شرط کس کا حق ہے بائع کا یا مشتری کا؟ کسی نے بائع کا حق بتایا کسی نے مشتری کا۔

حضرت والا جن کو اس سے پہلے کبھی غصہ میں نہیں دیکھا تھا خوب ناراض

ہوئے اور ڈانٹ پلاتے ہوئے فرمایا مسئلہ یاد نہیں، جو جی میں آیا بتا دیا ضلوا فاضلوا، خود بھی گمراہ ہوئے اور غلط مسئلے بتا کر لوگوں کو بھی گمراہ کروگے؟

یہ تھی ہمارے اساتذہ واسلافؒ کی تربیت کہ بلا تحقیق مسئلہ ہرگز نہ بتایا جائے، زبان کے استعمال میں ہمیشہ محتاط رہا جائے اندازہ سے مسئلہ بتانے والا دہرا مجرم ہے خود بھی بے راہ روی کا شکار ہے اور دوسروں کو بھی غلط راستہ پر ڈالتا ہے۔ ع

خود تو ڈوبے ہیں صنم تجھے بھی لے ڈوبیں گے

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا ارشاد گرامی ہے ویل للعالم من الاتباع، یزل زلة فیرجع عنها ویحملها الناس فیذهبون بها فی الافاق۔

کیا ضروری ہے کہ آپ ہر مستفتی کے لئے قاضی الحاجات بن بیٹھیں؟ اگر تحقیق نہیں ہے صاف کہیے مجھے مسئلہ یاد نہیں، کسی اور عالم سے معلوم کر لیجئے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ میں تحقیق کر کے جواب دوں گا بالخصوص ایسے مسائل میں بلا تحقیق لب کشائی کی جسارت ہرگز نہ کیجئے جن میں ابتلاء عام ہے کیوں کہ ایسے مسائل رسمی بھی ہوتے ہیں اور تحقیقی بھی، آپ رسمی کو تحقیقی سمجھ کر اس کی تائید کریں یہ بھی غلط اور تحقیقی کو رسمی سمجھ کر اس پر نکیر کریں یہ بھی غلط لہٰذا تحقیق اور اس سے پہلے احتیاط وخاموشی ہی میں خیر وعافیت ہے کیونکہ خاموشی عالم کی زینت اور جاہل کا پردہ ہے۔

میں آپ کے سامنے بطور نمونہ چند واقعات پیش کرتا ہوں جن سے بآسانی یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ فی زمانہ اہل علم کے طبقہ میں بھی تحقیق وتدبر کے بغیر لب کشائی کا رواج عام ہوتا جا رہا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ ایک متعدی بیماری اور دوررس غلطی ہے اس سے اہل علم کے پورے طبقہ کی عرفی حیثیت مجروح ہوتی ہے اہل دنیا کو یہ کہنے کا موقع ملتا ہے کہ علماء غیر محتاط ہوتے جا رہے ہیں کس پر اعتبار کیا جائے؟

شیخ سعدیؒ نے فرمایا ہے:

چوں از قومے یکے بے دانشی کرد

نہ کہ راہ منزلت ماند نہ مَہ راو

یعنی قوم کے کسی ایک فرد کی بے وقوفی یا بے احتیاطی کی وجہ سے پوری قوم بدنام ورسوا ہوجاتی ہے۔

واقعہ (۱) ایک مسجد کے امام جمعہ کا معمول ہے خطبۂ جمعہ کے دوران اگر کسی کو شریعت کے خلاف کسی عمل میں مبتلا دیکھتا ہے تو مادری زبان میں اسے مسئلہ بتا دیتا ہے، اتفاق سے ایک مرتبہ ایک مفتی صاحب کی موجودگی میں امام نے یہ عمل کیا تو انہوں نے نماز کے بعد اس پر نکیر کر ڈالی اور فرمایا ''خطبہ کے دوران اس طرح بولنا منع ہے'' آیئے تحقیق کے آئینہ میں اس کا جائزہ لیں۔

دورانِ خطبہ روک ٹوک

حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہیؒ لکھتے ہیں!

فتوی (۱) وقتی مختصر سا مسئلہ اردو میں بھی خطیب بتا سکتا ہے۔ (فتاوی محمودیہ ۱۲/۳۷۸)

ویکرہ للخطیب ان یتکلم فی حال الخطبة الا ان یکون امرا بمعروف. (فتح القدیر)

فتوی (۲) البتہ اگر وقتی ضرورت کی رعایت سے کوئی خاص مسئلہ اثناء خطبہ میں اردو میں بیان کر دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ۔ (فتاوی محمودیہ ۱۲/۴۸۳)

لاینبغی للخطیب ان یتکلم فی خطبة بما هو من کلام الناس ولا بأس بأن یتکلم بما یشبه الامر بمعروف الخ (محیط برہانی ۲/۴۵۹)

اللھم ربنا اٰتنا کا واقعہ

واقعہ (۲) حوض والی مسجد کے امام صاحب جہری دعا میں پڑھتے تھے

اللھم ربنا آتنا فی الدنیا حسنة الخ ایک عالم وفاضل نے جن کو سالہا سال تک بخاری شریف پڑھانے کی سعادت حاصل تھی امام صاحب سے کہا قرآن کریم میں **ربنا آتنا فی الدنیا** ہے آپ کو اس پر **اللھم** کا اضافہ نہیں کرنا چاہیے۔

تحقیق: بخاری شریف ۶۴۹/۲ میں حضرت انسؓ سے روایت ہے **کان النبی صلی اللہ علیه وسلم یقول اللھم ربنا آتنا** الخ کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم **اللھم ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار** پڑھا کرتے تھے، یہاں بھی لقمہ دینے میں تحقیقی علم کے بجائے ناقص علم پر اعتماد کیا گیا ظاہر ہے کہ یہ بھی اللہ کے عظیم وانمول عطیہ زبان حق ترجمان کا بے جا استعمال ہے جو یقیناً کوئی کارخیر نہیں بلکہ **ولا تقف مالیس لک به علم** کی صریح خلاف ورزی ہے۔

قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا؟

واقعہ (۳) راقم الحروف نے علی گڑھ میں ایک جنازہ میں شرکت کی، تدفین کے بعد اہل خانہ نے کہا دعا کرادیجئے بندہ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کرادی۔ دعا ختم ہوتے ہی ایک مفتی صاحب بولے آپ نے یہاں کے لئے ایک نئے کام کی بنیاد ڈالدی، قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا کہاں سے ثابت ہے؟ عرض کیا حدیث سے ثابت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ہے اور فتوی بھی اسی پر ہے، انہوں نے کہا کہاں لکھا ہے؟ عرض کیا احسن الفتاوی میں۔ اس کے باوجود وہ مفتی صاحب خاموش نہیں ہوئے، اول فول بکتے رہے۔ تو بندہ یہ کہکر آگے بڑھ گیا کہ ''آپ نے صرف افتاء ہی کیا ہے اخلاق نہیں سیکھا ہے''۔

سوچیے! اس غیر اخلاقی مباحثہ کی نوبت کیوں آئی؟ صرف اس وجہ سے کہ موصوف نے بلا تحقیق اپنے مبلغ علم پر بے جا اعتماد کیا اور اندھا دھند اسی کی پیروی میں

اپنی غلط بات پر اصرار و مجادلہ کرتے رہے، وکان الانسان اکثر شیئ جدلا، ذیل میں وہ فتوی اور حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں جس کا بندہ نے حوالہ دیا تھا۔

فتوی دارالعلوم دیوبند: قبرستان میں میت کی تدفین سے فارغ ہوکر قبر پر تھوڑی دیر رک کر اور قبلہ رو ہوکر ہاتھ اٹھا کر میت کے لئے دعائے مغفرت وغیرہ کرنا جائز و درست، بلکہ مستحب ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحۃ ثابت ہے۔(احسن الفتاوی ۴/۱۳۳-۱۳۴) اور تدفین کے علاوہ دیگر مواقع پر بھی قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتے ہیں، البتہ دعا میں کوئی ایسی ہیئت یا طریقہ اختیار نہ کیا جائے کہ کسی دیکھنے والے کو صاحب قبر سے مانگنے کا شبہ ہو۔

حدیث پاک: عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم فی قبر عبد الله ذی البجادین الحدیث، وفیه فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعا یدیه. (اخرجہ ابوعوانہ فی صحیحہ، فتح الباری کتاب الدعوات)

کفارۂ مجلس کی دعا کا موقع و محل؟

واقعہ (۴) علماء کرام کی ایک مجلس کے اختتام پر کسی نے ختم مجلس کی دعا سبحان الله وبحمده الخ پڑھی تو ایک مفتی صاحب نے فرمایا کہ: لوگ کفارۂ مجلس کی دعا کو ایسی مجلسوں کے ختم پر پڑھتے ہیں جن میں اچھے اعمال کیے جاتے ہیں، مثلاً کسی مجمع میں کتاب پڑھنے اور سننے کے بعد پڑھتے ہیں جب کہ اس دعا کے نام (دعاء کفارۂ مجلس) سے ظاہر ہے کہ یہ ان محفلوں کے لئے خاص ہے جن میں الٹی سیدھی اور غلط سلط باتیں ہوگئی ہوں۔

دعا پڑھنے والے نے عرض کیا کہ ہر مجلس میں اٹھنے سے پہلے اللہ کی حمد وثنا اور تسبیح کا حکم قرآن کریم میں موجود ہے سورۂ والطّور میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد برحق ہے

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ حِیْنَ تَقُوْم اس آیت کریمہ میں اچھی اور بری مجلس کی تفریق نہیں ہے لہٰذا ہر مجلس کے اختتام پر اس دعا کو پڑھنا چاہیے۔

اور حدیث پاک کے الفاظ سے بھی واضح ہوتا ہے کہ ہر مجلس کے ختم پر اس دعا کا پڑھنا مطلوب ومحمود ہے مجلس اجتماعی ہو یا انفرادی، ناواقف لوگ اس کو اجتماعی مجلسوں کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں اور التزام وتخصیص کی حد تک اس کا اہتمام کرتے ہیں جب کہ انفرادی مجلسوں میں اس دعا کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں یہ بے اعتدالی اور ناانصافی بھی قابل اصلاح ہے۔ حضرت جبیر بن مطعمؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ قَالَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِه ، سبحانک اللهم وبحمدک اشهد ان لا اله الا انت استغفرک واتوب الیک فَقَالَهَا فِی مَجْلِس ذِکْرٍ کا نَ کالطَّابَعِ یَطْبَعُ علیه، وَمَنْ قَالَهَا فِی مَجْلِسِ لغو کان کفارةً له. (رواہ النسائی والطبرانی، والترغیب والترہیب للامام المنذریؒ) یعنی جس شخص کو ذکر اللہ اور خیر کی مجلس میں اس تسبیح کی توفیق ہو جائے بس یوں سمجھو کہ اس نے یہ تسبیح پڑھ کر اپنے اعمال پر مہر لگا دی اور ہمیشہ کیلئے ضائع ہونے سے بچا لیا اور جو اسے لغویات کی محفل میں پڑھے گا اس کے لئے یہ تسبیح گناہوں کے کفارہ اور مغفرت کا ذریعہ بن جائے گی۔

واقعہ (۵) اسی دعا سے متعلق دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک مجلس کے ختم پر جس میں فضول اور انہونی باتیں ہوگئی تھیں کسی نے بطور کفارہ یہ دعا پڑھی تو ایک صاحبِ دستار وسند تیور بدل کر بولے یہ ایسی مجلسوں میں پڑھنے کی دعا ہے؟

اس سے اندازہ ہوا کہ اس غریب کی نظر صرف اسی رواج پر تھی کہ یہ دعا صرف فضائل اعمال جیسی کتابوں کو سنانے کے بعد پڑھی جاتی ہے، لہٰذا وہ اس غلط فہمی کا شکار تھے کہ کسی بری مجلس میں اس کا پڑھنا ایک لغو اور فضول کام ہے اگر حدیث پاک پر موصوف کی نظر ہوتی تو اس فضول گوئی سے بلکہ ''کار خیر کی

مخالفت'' سے ضرور محفوظ رہتے کیا اب بھی آپ نہیں تسلیم کریں گے کہ روایتی معلومات کے تنگ خول سے نکل کر تحقیقی علوم پر محنت کی سخت ضرورت ہے؟ تا کہ بلا تحقیق لب کشائی کی جسارت پر اور زبان کے غلط استعمال پر کنٹرول ہو۔

''تعزیتی اجلاس'' پر تحقیق کے دوران

واقعہ (۶) جس زمانہ میں بندہ ''مروجہ تعزیتی اجلاس'' پر ریسرچ کر رہا تھا، مطالعہ بھی کر رہا تھا اور اہل علم و مفتیان کرام سے مشورہ بھی کر رہا تھا اسی دوران دہلی کے ایک نامی گرامی مدرسہ کے مفتی صاحب سے گفتگو کی نوبت آئی تو انہوں نے کہا غور کر کے بتاؤں گا ایک عرصہ کے بعد فون پر رابطہ کیا گیا تو انہوں نے جو جواب دیا وہ قابل ماتم ہے فرمایا ''تعزیتی جلسہ کرنا سنت ہے''۔

چونکہ ایک صدی سے یہ جلسے ہو رہے ہیں (جب کہ دین اسلام پندرھویں صدی میں گامزن ہے) اس لئے خواص الخواص طبقہ کے بہت سے لوگ اس کے مسنون و مستحب ہونے کا عقیدہ لئے بیٹھے ہیں اور اسے کار ثواب و معاشرتی حق سمجھ کر انجام دیتے ہیں۔

یاد رکھیں: رسمی اور رواجی چیزیں بلکہ مستحب اعمال بھی جب اس حد تک پہنچ جائیں تو اہل اسلام کے عقیدہ کی حفاظت و صیانت کیلئے حضرات فقہاء کرامؒ ان کو ممنوع و مکروہ قرار دیتے ہیں اور مکروہ کو مباح یا مستحب سمجھنا بدعت سیئہ، دین میں تحریف اور گناہ کبیرہ ہے۔

☆ حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں مکروہ کو مستحسن (و مستحب) سمجھنا بڑا بھاری گناہ ہے۔ (مکتوب ۲۸۸/۱)

☆ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے تنبیہ فرمائی ہے کہ مباح چیز کو ضروری سمجھنے سے دیگر خرابیوں کے علاوہ اس بات کا بھی احتمال ہے (بلکہ ایسا ہوتا ہے) کہ مباح کو مسنون سمجھ لیا

جائے اور غیر مسنون کو مسنون سمجھ لینا تحریف دین ہے۔(ازالۃ الخفاء مجلس ا، فصل ۵)

واقعہ (۷) پیرزادہ کی ایک مسجد میں نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا جس میں کئی علماء کرام اکثر نماز پڑھا کرتے تھے بندہ نے جماعت ختم ہونے کے بعد نماز لوٹائی اور ایک بڑے عالم سے عرض کیا امام صاحب تکبیر میں ایسی فحش غلطی کرتے ہیں جو مفسد صلوۃ ہے یعنی اللہ اکبر کے بجائے آللہ اکبر کہتے ہیں اللہ کے ہمزہ کو جو الف کی شکل میں لکھا جاتا ہے تین چار الف کے برابر کھینچ دیتے ہیں موصوف نے لاپراوہی کے ساتھ جواب دیا امام صاحب کو بتا دیجئے!

اس بے حسی پر بہت افسوس ہوا، دل ودماغ پر چوٹ لگی کہ نماز جیسے عظیم الشان فریضہ کے بارے میں یہ بے فکری کہ توجہ دلانے پر بھی شعور بیدار نہیں ہو رہا ہے، خیر امام صاحب سے بات ہوئی انہوں نے بظاہر بڑی سعادت مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خاموشی کے ساتھ پوری بات سنی لیکن ایک عرصہ کے بعد دوبارہ ان ہی امام صاحب کی اقتداء میں نماز خراب کرنے کا اتفاق ہو گیا پھر افہام وتفہیم کی کوشش کی گئی اس مرتبہ انہوں نے اپنے صاحب دستار وسند ہونے کا ثبوت پیش کرتے ہوئے مہر سکوت توڑ ہی دیا اور بڑھیا کی بیوقوف بہو کی طرح بولے مفتی حبیب الرحمٰن صاحب نے لکھا ہے کہ اللہ کے الف کو پانچ الف کے برابر کھینچ سکتے ہیں۔

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ مفتی صاحب نے اللہ کے لام کے بعد جو الف ہے اس کے بارے میں لکھا ہے اور امام صاحب لام سے پہلے والا الف سمجھ بیٹھے جو درحقیقت الف نہیں ہے، (الف تو ساکن ہوتا ہے) بلکہ یہ ہمزہ ہے جو متحرک ہوتا ہے ہمزہ کو الف سمجھ کر نہ جانے کب سے لوگوں کی نماز خراب کر رہے تھے اور توجہ دلانے پر بھی متوجہ نہیں ہوئے نہ کسی دوسرے عالم سے سمجھنے کی کوشش کی۔

فتوی: اگر کسی شخص نے ناواقفیت میں یا جان بوجھ کر اللہ اکبر کے

بجائے اللہ کے الف (ہمزہ) کو کھینچ کر آللہ اکبر کہا تو نہ صرف یہ کہ نماز فاسد ہوجائیگی، بلکہ جان بوجھ کر کہنے کی صورت میں اس شخص کے کافر ہونے کا اندیشہ ہے، یہی حکم اکبر کے ہمزہ کو کھینچ کر آکبر کہنے کا ہے بہت سے امام ومکبرین ومؤذنین اس کا خیال نہیں کرتے اپنی اور مقتدیوں کی نمازیں خراب کرتے ہیں انہیں اللہ سے ڈرنا چاہیے۔ (کتاب المسائل ۱/۲۹۶)

بہرحال یہ واقعہ ذمہ داران مساجد کے ساتھ ساتھ اہل مدارس کے لئے بھی بڑا اعبرتناک ہے۔

واقعہ (۸) بہت سارے اعمال میں امت ''التزام مالا یلزم'' کی خطرناک بیماری اور فاسد عقیدہ میں مبتلاء ہے التزام اگر اعتقادی نہ ہو بلکہ صرف عملی ہو تو بھی غلط ہے اس لئے راقم الحروف حتی الامکان وحتی الوسع ایسے التزامات کو توڑنے کی کوشش کرتا ہے کیونکہ فقہاء کرام نے ''جہاں کسی عمل کے بارے میں لازم سمجھنے کا اندیشہ ہو وہاں بھی التزام کو توڑنے کا فتوی جاری فرمایا ہے'' جیسا کہ جمعہ کی فجر میں الم سجدہ اور سورۂ دھر کی قراءت کے سلسلے میں علامہ ابن ہمامؒ نے صراحت فرمائی ہے فرمایا **فان لزوم الایھام ینتفی بالترک احیانا**، اس وجہ سے خطبہ میں جو ''مباح اعمال'' تسلسل کے ساتھ رائج ہیں راقم الحروف وقتاً فوقتاً ان کو ترک کردیتا ہے چنانچہ خطبۂ ثانیہ میں آیت درود **ان اللہ وملائکتہ** الآیۃ کو کبھی کبھی نہ پڑھنے کا معمول بنا رکھا ہے ایک مرتبہ ایک عالم وفاضل نے بندہ کو اس پر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا ''آپ اس آیت کو چھوڑ دیتے ہیں جب کہ اس کا پڑھنا تعامل سے ثابت ہے''۔

تحقیق انیق: حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس آیت کا پڑھنا محض مباح اور جائز ہے، نہ سنت ہے نہ مستحب، معلوم ہوا کہ بلا ناغہ کسی مباح پر عمل کرنے سے ''صرف

عوام ہی نہیں خواص بھی اس کے ضروری ہونے کی غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں اس لئے فقہاء کرام نے ایسے امور پر دوام ومواظبت سے منع فرمایا ہے۔

اس موقع پر دو باتیں ذہن نشیں کرنا ضروری ہے۔

پہلی بات: تعامل شرعی اور عمل متوارث کیا ہے؟

عمل متوارث: سو دو سو سال یا ہزار سال سے رائج عمل کو فقہاء کرام کی اصطلاح میں متوارث نہیں کہا جاتا ہے نہ اس سے ثابت ہونے والا ہر حکم واجب ہوتا ہے بلکہ متوارث اس عمل کو کہا جاتا ہے جو خیر القرون سے مسلسل ہوتا آیا ہو، جس کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین یا صحابہ وتابعینؒ تک پہنچتی ہو شارح ہدایہ عنایہ میں رقم طراز ہیں: المتوارث ای المنقول عن النبی صلی الله علیه وسلم والصحابة والتابعین"۔

علامہ ابن ہمامؒ فتح القدیر میں المتوارث کی شرح فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں یعنی انا اخذنا عمن یلینا الصلاة هکذا فعلا وهم عمن یلیهم کذلك وهکذا الی الصحابة رضی الله عنهم وهم بالضرورة اخذوه عن صاحب الوحی صلی الله علیه وسلم چونکہ خطبہ میں اس پر مداومت غلط فہمی کا سبب ہے لہٰذا اس کے ازالہ کے لئے مداومت سے احتراز ضروری ہے تاکہ لوگ غلط فہمی اور فساد عقیدہ سے محفوظ رہیں ایک استفتاء اور فتویٰ درج کیا جارہا ہے تاکہ اندازہ ہو جائے کہ تسلسل ومواظبت سے کس درجہ کی غلط فہمی پیدا ہوتی ہے؟

سوال: امام (خطبہ جمعہ میں) لوگوں کے ڈر سے **ان اللــه وملائکتـه** الخ پڑھتا ہے کہ اگر نہ پڑھوں گا تو مقتدی اسے نکال دیں گے شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ اگر امام پڑھتا رہے تو اس کی گنجائش ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب: ومن یتق الله یجعل له مخرجا

و یرزقه من حیث لا یحتسب – و من یتق الله یجعل له من امره یسرا – و من یتوکل علی الله فهو حسبه – اَلا و ان نفسا لن تموت حتی تستکمل رزقها اَلا فاتقوا الله و اجملوا فی الطلب و توکلوا علیه۔

ان نصوص کے ہوتے ہوئے یہ خطرہ کہ اگر بدعت کا ارتکاب نہ کرے گا تو اس کی امامت جاتی رہے گی اور پھر بھوکا مرے گا انتہائی ضعیف ایمان کی دلیل ہے اور کسب معاش کا یہ ذلیل ترین طریقہ ہے، حکم شرعی کے علاوہ عزت نفس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ایسی امامت سے فوراً استعفی دیدے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

۱۷/ربیع الاخر ۸۸ھ (احسن الفتاوی ۱/۳۸۳)

دیکھیے! غور کیجئے! ایک مباح عمل پر خواص کے تسلسل ومواظبت نے عوام کو یہاں تک پہنچا دیا کہ اگر کوئی امام اسے چھوڑ دے امامت سے معزول کردیا جائے۔ یہ انتہا پسندی اور غلو نہیں تو اور کیا ہے؟ جب نوبت یہاں تک پہنچی تو وہ واجب الترک ہوا اس وجہ سے مفتی صاحبؒ نے اسے بدعت فرمایا۔

دوسری بات: **جو عمل دلیل شرعی سے ثابت ہو کیا اس پر روک لگائی جاسکتی ہے؟**

باشعور اہل علم ''بے اعتدالی اور غلو میں مبتلا امت کی ''اصلاح'' کیلئے کوئی قدم اٹھاتے ہیں تو کم فہموں کو یہ خلجان بے چین کردیتا ہے کہ یہ تو ثابت ہے اسے کیوں منع کیا جارہا ہے؟ یہ تو امت کا تعامل ہے، اپنے دور کے سبھی اکابر اور اہل علم کا اس پر عمل ہے یہ کیسے غلط ہوسکتا ہے؟ اسے کیوں ترک کیا جارہا ہے؟

جواب: جو اعمال ثابت ہوتے ہیں اگر مباح یا مستحب وسنت غیر مؤکدہ کے درجہ میں ہیں تو درج ذیل حالات کے اعتبار سے ان پر پابندی عائد کرنا ضروری ہوجاتا ہے۔

(الف) جب ان میں غلو ہونے لگے یعنی لوگ اسے ضروری سمجھنے لگیں، یا

اس پر عمل نہ کرنے والوں کو ٹیڑھی ترچھی نگاہوں سے دیکھنے لگیں، اس کے چھوڑ دینے پر ملامت کرنے لگیں یا ضروری سمجھنے کا وہم اور اندیشہ ہو۔ الاصرار علی المندوب یبلغه الی حد الکراهیة ۔(السعایۃ، فتاویٰ محمودیہ ۵/۲۲۶) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے من لم یقبل رخصة الله کان علیه من الاثم مثل جبال عرفة (ای فی عظمها) (حوالہ بالا)

۱۳/سو سالہ قدیم معمول بھی مرتبۂ جواز سے اوپر نہ جا سکا

خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (متوفی ۱۰۱ھ) نے اپنے دور خلافت میں عالم اسلام کے وزراء وخطباء کے نام یہ فرمان جاری کیا کہ جمعہ کے خطبہ میں آیت کریمہ **ان الله یأمر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی** الخ کو پڑھا کریں اس وقت سے آج تک یہ سلسلہ جاری ہے لیکن فقہاء کرام نے اسے مستحب یا واجب کا درجہ نہیں دیا معلوم ہوا کہ ''قدامت اور کثرت رواج کی وجہ سے'' کوئی عمل ضروری نہیں ہو جاتا - امت نے اس کے جواز پر اجماع کیا ہے نہ کہ وجوب واستحباب پر- اب اگر کوئی شخص اس آیت کے بجائے کوئی دوسری جامع آیت یا سورت مثلاً سورۂ عصر کی تلاوت کر دے تو اس پر نکیر کی ذرہ برابر گنجائش نہیں۔

(امید کہ یہ چند سطریں بھی بہتوں کی غلط فہمیوں کا ازالہ کریں گی۔ان شاءاللہ)

(ب) یا اس کے لئے اسقدر اہتمام کرنے لگیں جو خیر القرون سے ثابت نہ ہو تو اس سے روکنا اور اس پر بدعت ہونے کا حکم لگانا، صحابۂ کرام کی قدیم سنت اور فقہاء امت کا قدیم شیوہ ہے اس کی مثالیں بطور نمونہ ملاحظہ ہوں:

پہلی مثال: چاشت کی نماز کی فضیلت ومرتبت حدیث پاک سے ثابت ہے پھر بھی حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جب دیکھا کہ لوگ ''مسجد میں جمع ہو کر پڑھنے'' کا اہتمام کر رہے ہیں اور اس کا کھلے عام مظاہرہ ہو رہا ہے تو اسے بدعت قرار دیا اور منع

فرمایا عن مجاھدؒ قال دخلت انا وعروة بن الزبیرؓ المسجد فاذا عبد الله بن عمرؓ جالس الی حجرة عائشة واذا أناس یصلون فی المسجد صلوة الضحی قال فسئالناه عن صلوتھم فقال بدعة. (بخاری شریف ۱/۲۳۸)

علامہ نوویؒ نے شرح مسلم میں لکھا: وأما ماصح عن ابن عمر رضی الله عنھما انه قال فی الضحی بدعة فمحمول عل ان صلوتھا فی المسجد والتظاھر بھا کما کانوا یفعلونه بدعة۔ **(شرح مسلم ۱/۲۴۹)**

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بھی اس صورت کو ناپسند کیا اور فرمایا ان کان ولابد ففی بیوتکم۔ (فتح الباری ۳/۴۳)

دوسری مثال: شعبان کی پندرھویں شب میں، شب قدر میں، عیدین کی راتوں میں، رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں کثرت عبادت اور اس کے فضائل احادیث طیبہ سے اور امت کے تعامل سے ثابت ہیں لیکن مساجد میں اجتماع ایسے موقعوں پر پسندیدہ نہیں، فقہاء احنافؒ نے اسے مکروہ و بدعت لکھا ہے۔

(ج) اسی طرح یہ بھی اصول ہے کہ جو عبادت انفرادی طور پر ثابت و مشروع ہے اس کا اجتماعی طور پر ادا کرنا خلاف شریعت اور بدعت ہے مثلاً:

جمعہ کے روز سورۂ کہف کا پڑھنا ثابت ہے احادیث طیبہ سے اس کی فضیلت ثابت ہے لیکن اجتماعی طور پر اس کا پڑھنا بدعت ہے۔

حضرت مفتی عبدالرحیم صاحبؒ نے تحریر فرمایا: جمع ہوکر بلند آواز سے پڑھنے کی رسم غلط ہے متفرق طور پر اس طرح پڑھیں کہ کسی کی نماز اور وظیفہ وغیرہ میں خلل نہ ہو تو مضائقہ نہیں، علامہ ابن الحاج (المتوفی ۷۳۷ھ) المدخل میں تحریر فرماتے ہیں اما اجتماعھم لذلك فبدعة کما تقدم والله تعالیٰ اعلم۔ (جلد ۲/۸۱) یعنی جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھنے کے لئے جمع ہونا بدعت ہے۔ (فتاوی رحیمیہ ۱/۲۴۸)

تنبیه: اگر آپ تسلیم کرتے ہیں کہ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے مبارک دور

میں اسلام کامل و مکمل ہو چکا تھا اور آپ کو اللہ جل شانہ نے اتباع سنت کے جذبہ سے محروم نہیں کیا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدینؓ کے دور میں جو عبادت جس طریقہ پر انجام دی جاتی تھی یقیناً آپ بھی اسی طریقہ کو اختیار کریں گے اور صحابہ کرام کی طرح آپ کو بھی دوسرے اختراعی طریقے ناپسند ہوں گے۔

فرض نمازوں کے بعد دعا

یہ مسئلہ بھی مذکورہ مسائل کی طرح بڑی اہمیت کا حامل ہے عوام تو عوام بہت سے خواص اور دانا بھی اس مسئلہ میں طرح طرح کی غلط فہمی اور غلو کے شکار ہیں جس کی وجہ سے ان فریب خوردہ شاہینوں کی بے احتیاطیاں سامنے آرہی ہیں۔

ذہن کے دریچے کھول لیجئے! پھر مطالعہ کی زحمت کیجئے:

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ فرض نمازوں کے بعد دعا نماز کا حصہ ہے یا نہیں؟

اور کیا ان اوقات میں دعا کرانا امام کی ذمہ داری ہے؟

مدلل جواب: فتاوی کی کتابوں میں صراحت ہے کہ یہ دعا نہ نماز کا حصہ ہے اور نہ ہی دعا کرانا امام کی ذمہ داری ہے، دو شواہد برائے ملاحظہ پیش ہیں۔

(الف) نائب مفتی دارالعلوم دیوبند مفتی زین الاسلام صاحب تحریر فرماتے ہیں:

امام کے سلام پھیرتے ہی اقتداء ختم ہو جاتی ہے اب امام اور مقتدی دونوں اپنے اپنے عمل میں آزاد ہیں، حسب منشا اپنی اپنی دعا کر سکتے ہیں۔ (چند اہم عصری مسائل ۱۸۰/۱) (یعنی کوئی کسی کا پابند نہیں ہے جس کا جی چاہے اذکار ماثورہ میں مصروف ہو جائے جس کا جی چاہے سنن وغیرہ میں مصروف ہو جائے جس کا جی چاہے امام کی دعا سے پہلے اٹھ کر چلا جائے اللہ جل جلالہ کا فرمان عالی ہے فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْاَرْضِ (سورۂ جمعہ،۱۰)۔

(ب) صدر مفتی مدرسہ شاہی مرادآباد مفتی شبیر احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:

اگر دعا کو نماز کا جزء سمجھا جائے یا نماز کے بعد دعا کو لازم سمجھا جائے تو یہ عقیدہ

بدعت ہے۔(فتاوی قاسمیہ ۸/۵۵۴) **کم مباح یصیر بالالتزام من غیر لزوم والتخصیص بغیر مخصص مکروھا** (محمودیہ ۱۲/۱۱۸)

ترک مستحب پر ملامت: اسی وجہ سے ترک مستحب پر طعن وتشنیع کو ناجائز کہا گیا ہے حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب نے رقم فرمایا: کسی مستحب امر پر اس قدر اصرار کہ اس کے نہ کرنے والے پر طعن وتشنیع کی نوبت آ جائے یہ قطعا جائز نہیں اور اگر کسی جگہ مستحب کو ایسی مبالغہ آمیز حیثیت دی جانے لگے تو پھر عارض کی وجہ سے وہ مستحب مستحب نہ رہے گا بلکہ قابل ترک ہو جائے گا۔

چند سطروں کے بعد پھر لکھتے ہیں مستحب پر عمل کرنا ہے تو اس کو مستحب کے درجہ میں رکھ کر عمل کرنا چاہیے جس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس پر عمل نہ کرنے والوں کو ملامت نہ کی جائے۔(کتاب المسائل ۱/۴۶-۳۴۵)

بندہ کہتا ہے ترک مستحب پر ملامت کرنا عصر حاضر میں اہل بدعت کا شیوہ ہے جو غلو اور حدود شرعیہ سے تجاوز کر جانے کی ایک قابل مذمت شکل ہے اس وجہ سے بھی اس سے احتراز لازم ہے اور اس وجہ سے بھی قابل احتراز ہے کہ ملامت اور طعن وتشنیع بڑی بداخلاقی ہے اور حدیث پاک میں ہے الخلقُ السُوءُ یُفسِدُ العَمَلَ کَمَا یُفسِدُ الخَلُّ العَسَلَ۔

لہٰذا اگر کوئی طعن وتشنیع کرتا ہے مثلا تارک مستحب یا تارک مباح کے بارے میں کہتا ہے ''بڑے قابل بنتے ہیں، نئے نئے کام کرتے ہیں'' یقیناً وہ فقہ اسلامی سے ناآشنا ہے۔ ایسے ملامت گر پر لازم ہے کہ وہ خالق ومخلوق دونوں سے معافی مانگے اور یاد رکھے کہ اس عمل کا تعلق قابلیت سے نہیں بلکہ احساس وشعور سے ہے جو باشعور ہوگا وہ عوارض کی وجہ سے عارضی طور پر خود بھی مباح ومستحب عمل کو ترک کرے گا اور

دوسروں کو بھی ترک کرنے کی تلقین کرے گا۔

افسوس کہ جن لوگوں پر شریعت نے یہ ذمہ داری ڈالی ہے وہ بے شعوری کا شکار ہیں اوران حقائق سے نا آشنا یا جرأت حق گوئی سے دور و مہجور ہیں۔

ترک مباح و مستحب پر نکیر و ملامت کا برا انجام

یاد رہے کہ اگر آپ مباح یا مستحب عمل کو چھوڑ دینے کی وجہ سے کسی پر غیظ وغضب کا مظاہرہ کرتے ہیں، اس کو برا سمجھتے ہیں یا ملامت کرتے ہیں تو فقہاء کرامؒ کی نظر میں اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ اس مباح یا مستحب عمل کو ضروری سمجھتے ہیں، آپ لاکھ کہئے میں ضروری نہیں سمجھتا ہوں پھر بھی فقہاء کرامؒ کہتے ہیں کہ آپ کا غیظ وغضب، آپ کی ملامت، آپ کی نکیر وتنقید اس کی دلیل ہے کہ آپ ضروری سمجھتے ہیں کیوں کہ آپ نے اس کے ساتھ جو رویہ اختیار کیا ہے وہ صرف ضروری اعمال وعقائد کے ساتھ جائز ہے غیر ضروری کو ضروری سمجھنا عقیدہ کا ایسا فساد ہے جس کا یہ برا انجام طے ہے کہ جب تک ضروری سمجھ کر عمل کرتے رہیں گے گنہ گار ہوتے رہیں گے۔ جی ہاں مباح اور مستحب کے ترک پر نکیر وتنقید اسلامی نقطۂ نظر سے ایسا ہی قبیح وناشائستہ عمل ہے جس کی وجہ سے دین متین کا ایک مشروع و مستحسن عمل بدعت اور واجب الترک ہو جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ فقہاء کرامؒ نے جب دیکھا کہ لوگ مستحبات میں غلو کا شکار ہیں، ان کے ساتھ واجبات جیسا معاملہ کر رہے تو دین کی صیانت وحفاظت کے لئے اور فاسد عقائد کی اصلاح ودرستگی کے لئے بعض مستحبات کو مکروہ قرار دیا اور بعض کے بارے میں یہ تلقین کی کہ کبھی کبھی ان کو ضرور ترک کر دیا جائے مداومت ومواظبت کے ساتھ ان کو ادا نہ کیا جائے تاکہ لوگوں کو اس کے سنت مؤکدہ یا واجب وضروری ہونے کا وہم نہ ہو مثلاً:

(۱) سجدۂ شکر کے بارے میں حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کا فتوی:

جس وقت کوئی بڑی نعمت حاصل ہو یا کوئی بڑی مصیبت ٹل جائے بہتر یہ ہے

کہ شکریہ کے لئے دو رکعت نماز ادا کرے اگر یہ نہ ہو تو سجدہ کرنا بھی مفتی بہ قول کی بناء پر مستحب ہے لیکن نماز کے بعد (سجدۂ شکر ادا) کرنا مکروہ و ممنوع ہے کہ ناواقف لوگ اس کو مسنون یا واجب اعتقاد کریں گے، اور یہ جواب کہ شرعاً جائز ہو یا ناجائز میرے نزدیک بہتر ہے، ہمیں کسی سے فتوی لینے کی ضرورت نہیں نہایت سخت خطرناک ہے، ایسے کلام سے توبہ اور آئندہ کو اجتناب لازم ہے۔ (فتاوی محمودیہ ۱۲/۱۳۸-۱۳۹)
وسجدة الشكر مستحبة وبه يفتى لكنها تكره بعد الصلوة لان الجهلة يعتقدونها سنة او واجبة وكل مباح يؤدى اليه فمكروه والله سبحانه وتعالى اعلم۔ (الدرالمختار ۱/۵۲۴ نعمانیہ، طحطاوی مع المراقی ۴۰۸)

(۲) سورۂ اخلاص کا التزام توڑیئے: بعض فقہاء نے تراویح میں تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھنے کو مستحب لکھا ہے لہٰذا اگر کبھی کبھی ایسا کرلیا جائے تو مضائقہ نہیں مگر التزام نہیں کرنا چاہیے اور جہاں التزام ہو وہاں التزام کو توڑنا چاہیے۔ **(فتاوی محمودیہ ۱۱/۳۸۳)**

بیان جواز سنت ہے: التزام توڑنے کا مطلب یہی ہے کہ اسے ''بیان جواز'' کی غرض سے کبھی کبھی چھوڑ دینا چاہیے لیکن چھوڑنے سے پہلے بہتر یہ ہے کہ لوگوں کو خوش اسلوبی کے ساتھ سمجھا دیا جائے کہ ''یہ عمل ضروری نہیں اور شریعت جس عمل کو ضروری اور لازم نہ قرار دیتی ہو اس کو کبھی کبھی چھوڑ دینا چاہیے تاکہ لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ یہ کام ضروری نہیں ہے، اس کا چھوڑنا بھی جائز ہے'' آنحضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بیان جواز کے لئے بہت سے اعمال کیے ہیں لہٰذا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور کار ثواب ہے علامہ ابن حجرؒ نے حدیث پاک كان النبى صلى الله عليه وسلم يلحظ فى الصلوة يمينا وشمالا کی تشریح میں لکھا ہے اى فى التطوع او الفرض لبيان الجواز ويثاب عليه ثواب الواجب۔ **(المرقات ۳/۱۴)**

مستحب قراءت کا التزام ممنوع ہے

(۳) جمعہ کے روز نماز فجر کی پہلی رکعت میں سورۂ الم سجدہ اور دوسری رکعت میں سورۂ دھر پڑھنا مستحب ہے لیکن بلا ناغہ اس کا اتنا اہتمام کرنا، کہ عوام کو یہ وہم اور غلط فہمی ہونے لگے کہ اس دن ان سورتوں کا پڑھنا ضروری یا سنت مؤکدہ ہے، ''صحیح نہیں'' ہے بلکہ کبھی کبھی اس وہم کو رفع کرنے کے لئے قصداً چھوڑ دینا چاہیے۔

والحق ان المداومة مطلقا مکروهة سواء راه حتما یکره غیره اولا، بل یستحب ان یقرء بذلك احیانا تبرکا بالمأثور فان لزوم الایهام ینتفی بالترك احیانا. (فتح القدیر باب صفۃ الصلوۃ، فصل فی القراءۃ)

وتر میں مستحب قراءت کا التزام مکروہ ہے

(۴) حدیث پاک سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلی، دوسری میں قل یا یها الکفرون اور تیسری میں سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ والناس پڑھا کرتے تھے۔ (ترمذی وابوداؤد)

علامہ کاسانیؒ نے تحریر فرمایا ولو قرأ احد فی صلوة الوتر هذه السور اتباعا للنبی صلی لله علیه وسلم کان حسنا لکن لایواظب علیه کی لا یظنه الجهال حتما۔ (بدائع الصنائع ۱/۲۱۱)

(۴) تسبیحات فاطمہ کے چھوڑنے پر عتاب ممنوع ہے

یہ تسبیحات سنن مؤکدہ نہیں کہ ان کے تارک پر عتاب کیا جائے بلکہ (ان کا پڑھنا) مستحب ہے، جو شخص ان کو مستحب طریقہ پر پڑھے گا اجر و خیر حاصل کرے گا، نہیں پڑھے گا تو محروم رہے گا، تاہم گنہ گار نہیں ہوگا نمازی اس سے نفرت نہ کریں برا نہ کہیں، محبت و ہمدردی سے سمجھائیں، ترغیب دیں، الدعوة الیه (ای الی الامر

المستحب) علی طریق الاستحباب دون الحتم والایجاب وفی اثباته ثواب ولیس فی ترکه عتاب۔ (فتاوی محمودیہ مع حاشیہ ۱۲/۴۵ و ۴۶)

الحاصل مذکورہ بالا فتاوی اور اصول فقہیہ سے ثابت ہوگیا کہ مستحبات اور مباح اعمال کے ترک پر نکیر وتنقید جائز نہیں کیونکہ تنقید وتبصرہ سے ایک مشروع ومستحسن عمل بدعت اور واجب الترک ہوجاتا ہے۔(ہاں مربی حضرات ابتدائی مرحلہ میں مستحبات کا عادی بنانے کیلئے کچھ عرصہ تک مداومت کرائیں تو کوئی مضائقہ نہیں)

کاش کہ تنقید وتبصرہ کرنے والوں کو یہ معلوم ہوتا کہ اسلامی نقطۂ نظر سے یہ کتنی نازیبا وناشائستہ اور قبیح حرکت ہے پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **ویل لعبد جعله الله مفتاحا للشر، مغلاقا للخیر** یعنی ایسے شخص کے مقدر میں ہلاکت وبربادی (یا جہنم کی وادی) ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کسی برے کام کے آغاز کا ذریعہ، (برائی کا اسٹارٹر Starter) اور اچھے کام بند ہونے کا ذریعہ (اچھائی کا لاک lock) بنا دیا ہو۔

نوافل ومستحبات کے ساتھ واجبات جیسا معاملہ کرنا ناجائز ہے

کسی نے ظہر مغرب عشاء کے بعد کی دو دو رکعت نفل کے بارے میں سوال کیا کہ کچھ لوگ ان کو پڑھتے ہیں اور نہ پڑھنے والوں پر اعتراض کرتے ہیں اور کچھ لوگ نہیں پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں نوافل کا ثبوت نہیں ہے؟

جواب: حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے تحریر فرمایا: نوافل مذکورہ کا ثبوت کتب معتبرہ سے ہے، پھر مراقی الفلاح، طحطاوی، کبیری، مبسوط اور شامی کی عبارتیں نقل فرما کر لکھا لہٰذا مذکورہ نوافل کا انکار ناواقفیت پر مبنی ہے البتہ نوافل ومستحبات کے ساتھ واجبات کا سا معاملہ کرنا ناجائز اور برا ہے اس سے اجتناب چاہیے اور ایسی حالت میں کبھی کبھی ترک بھی کردینا چاہیے اور ان نوافل کے نہ پڑھنے والوں پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ان کے پڑھنے سے ثواب ہوتا ہے اور نہ

پڑھنے پر کوئی عذاب نہیں ہوتا۔ (فتاوی محمودیہ ۱۱؍۲۷۲)

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ نمازوں کے بعد "اجتماعی شکل میں دعا" کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

"معارف السنن شرح ترمذی میں علامہ بنوریؒ نے لکھا ہے قد راج فی کثیر من البلاد الدعاء بهيئة اجتماعية رافعين أيديهم بعد الصلوات المكتوبة لم تثبت بذلك فى عهد النبى صلى الله عليه وسلم وبالاخص بالمواظبة نعم تثبت الادعية الكثيرة بعد المكتوبة ولكنها من غير رفع الايدى. (معارف السنن ۳؍۴۰۹)

معلوم ہوا کہ خیر القرون کے بہت بعد سے مخصوص ہیئت کے ساتھ دعاؤں کے اہتمام والتزام کا جو سلسلہ رائج ہے اور جس کی وجہ سے دعا نماز کا حصہ معلوم ہونے لگی ہے، اگر کوئی امام دعا نہ کرے وہ طعن وتشنیع اور ملامت کا مستحق ہوجاتا ہے یہ درست نہیں کیوں کہ یہ اصول اہل علم کے یہاں معروف ومسلم ہے کہ "غیر ضروری کو ضروری کا درجہ دینا اور واجب کی طرح اس کا اہتمام والتزام کرنا اس کے بدعت ہونے کے لئے کافی ہے"۔

قال المحدث الكشميرى العلامة محمد انور شاه عليه الرحمه:

نعم نحكم بكونها بدعة اذا افضى الامر الى النكير على من تركها. (فیض الباری) معلوم ہوا کہ اصل یہی ہے کہ عموماً انفرادی طور پر دعا کی جائے اور کبھی کبھی اجتماعی طور پر بھی کر لی جائے کیونکہ خبر واحد سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھی خصوصی مواقع پر نماز کے بعد اس انداز پر دعا فرمائی ہے لیکن یہ آپ کی دائمی سنت نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو یہ طریقہ تواتر سے ثابت ہوتا اور فقہاء کرام اسے سنت مؤکدہ قرار دیتے ہیں۔

علماء کرام کی ذمہ داری: اس وجہ سے امت کے ہر ہر فرد خصوصاً علماء کرام اور ائمہ عظام کی ذمہ داری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت کو زندہ کرنے کیلئے آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اکثر انفرادی طور پر اور گاہ بہ گاہ اجتماعی طور پر دعا کا معمول بنائیں، اور مسئلہ کی اصل نوعیت سے لوگوں کو مطلع کریں، اور بتائیں کہ موجودہ دور میں فرض نمازوں کے بعد دعا کا جو طریقہ رائج ہے اس سے دھوکہ نہ کھائیں کہ ''یہ دعا اجتماعی اور ضروری ہے'' بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دعا انفرادی ہوتی ہے لیکن چونکہ سب لوگ ایک ساتھ اپنی اپنی دعا مانگتے ہیں اس وجہ سے اجتماعی ہیئت بن جاتی ہے جیسا کہ درج ذیل فتوی سے واضح ہے۔

فتوی: احادیث شریفہ میں دعا کی ترغیبات وارد ہیں جب ہر نمازی اس ترغیب پر عمل کریگا تو ''خود بخود اجتماعی ہیئت بن جائے گی'' لیکن اسے ایسا لازمی جز نہ سمجھا جائے کہ دعا کے بغیر نماز ہی کو مکمل نہ سمجھے کیونکہ نماز تو سلام پر ختم ہوجاتی ہے بعد میں دعا ایک زائد عمل ہے اس میں امام کی اتباع لازم نہیں۔ (کتاب النوازل ۵۳۱/۵)

فتوی کی عبارت ''خود بخود اجتماعی ہیئت بن جائے گی'' سے ثابت ہوگیا کہ یہ اجتماعی ہیئت اور اجتماعی شکل بالقصد نہیں اختیار کی جاتی ہے بلکہ بلا ارادہ بن جاتی ہے یعنی عمل انفرادی ہوتا ہے اگرچہ شکل اجتماعی نظر آتی ہے۔

گزشتہ صفحات میں بتایا جا چکا ہے کہ سجدۂ شکر، تراویح میں سورۂ اخلاص تین بار اور جمعہ کے روز فجر میں سورۂ الم سجدہ اور سورۂ دھر کا پڑھنا مستحب ہے لیکن التزام توڑنے کے لئے ان کو کبھی کبھی چھوڑ دینا چاہیے اسی طرح پنج گانہ نمازوں کے بعد دعاء کا التزام توڑنے کے لئے کبھی کبھی ناغہ کر دینا چاہیے اس سلسلہ میں فتاوی ملاحظہ فرمائیں!

دعاءمروجہ کا التزام توڑنا

ائمہ مساجد وعلماء کرام کی ذمہ داری

فتوی از حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ:

(۱) عوام (بلکہ بعض خواص بھی) اسے سنن صلوۃ میں سے سمجھنے لگے ہیں۔

(۲) اس کا اس قدر التزام ہونے لگا ہے کہ تارک کو ہدف ملامت بنایا جاتا ہے۔

(۳) امام اس طریقہ پر دعا نہ کرائے تو اسے امامت سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔

(۴) اخفاء کی فضیلت پر اجماع ہونے کے باوجود (بعض علاقوں میں) جہر پر اصرار کیا جاتا ہے۔

ان وجوہ کی بنا پر نمازوں کے بعد عام مساجد میں دعا کا مروجہ طریقہ ختم کرنا چاہیے اور علماء کرام کو اس طرف زیادہ توجہ مبذول کرنا چاہیے۔

التزام کی وجہ سے تو امر مندوب ومستحب بھی واجب الترک ہو جاتا ہے چہ جائے کہ (وہ عمل) جس کا (جزء نماز کی حیثیت سے) کوئی ثبوت نہ ہو پھر بھی اسے نماز کے ''لازمی'' متعلقات میں شمار کیا جانے لگے؟ اس لئے ائمہ مساجد پر لازم ہے کہ جہر کی رسم کو بالکلیہ ختم کریں اور ''اجتماعاسری دعا'' سے متعلق بھی مقتدیوں کو یہ تبلیغ کرتے رہیں کہ (اس مواظبت کے ساتھ) یہ طریقہ سنت سے ثابت نہیں ہے، اس لئے اس کا اتنا زیادہ اہتمام نہیں کرنا چاہیے بلکہ ائمہ حضرات کبھی کبھار عملا بھی اجتماعی دعا میں ناغہ کر دیا کریں تا کہ عوام کے ذہن سے اس طریقہ کی سنیت (یعنی اس کے مسنون ہونے) کا خیال نکل جائے۔

تنبیہ: مگر عملی اقدام سے قبل بطریق احسن ملاطفت اور نرمی سے لوگوں کو مسئلہ کی حقیقت سمجھائیں اور خوب ذہن نشیں کرائیں تا کہ انتشار وفتنہ کی صورت پیدا نہ ہو۔ (احسن الفتاوی ۶۷/۳)

دعا میں التزام کا علاج: سب نہ سہی بہت سے پڑھے لکھے اور ان پڑھ فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کو لازم سمجھتے ہیں اسی وجہ سے تارک دعا پر تنقید وتبصرہ کرتے اور اس سے الجھتے ہیں لہٰذا اس کا علاج یہی ہے کہ ایسے مقامات پر کبھی کبھی التزام کو توڑنے کے لئے دعا نہ کرانے کا اہتمام کیا جائے، جس کا آسان اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ مقتدی حضرات دعا شروع اور ختم کرنے میں امام کا انتظار نہ کریں، امام سے بے نیاز ہو کر جب چاہیں شروع کریں اور جب چاہیں ختم کریں اور امام صاحب بھی ابتدا اور اختتام پر بلند آواز سے کوئی لفظ نہ ادا کریں پوری دعا جب سری ہو تو ابتداء وانتہا بھی سری ہونی چاہیے تاکہ سنت کے مطابق ہو اور لوگ رسمی دعا سے محفوظ رہیں۔

رسمی دعا: سری دعاؤں میں بھی عموماً یہ دیکھا جاتا ہے کہ ادھر امام کی زبان سے برحمتك يا ارحم الرحمين نکلا اور سب کے ہاتھ چہروں پر پھر گئے اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ لوگ یا تو دعا کے دوران بالکل خاموش تھے یا امام کا ساتھ دینے کے لئے کیف مااتفق غیر مسنون طریقے پر، درود پاک کے بغیر دعا ختم کردی یہ دونوں طریقے رسمی ہیں اور التزام مالایلزم میں داخل ہیں۔

فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کے جواز کی شرطیں؟

فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کرنا تین شرطوں کے ساتھ جائز ہے ان میں سے ایک شرط بھی فوت ہو جائے تو اذا فات الشرط فات المشروط کے تحت اجتماعی دعا جائز نہیں رہ جائے گی:

پہلی شرط یہ ہے کہ دعا کو نمازوں کا جز نہ سمجھا جائے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ اس کو لازم وضروری نہ سمجھا جائے۔

تیسری شرط یہ ہے دعا نہ کرنے والوں پر تنقید وطعن نہ کیا جائے۔

حضرت مفتی شبیر احمد صاحب زید مجدہ تحریر فرماتے ہیں:

یاد رکھیں کہ فرض نمازوں کے بعد اس اجتماعی دعا کو نہ نمازوں کا جز سمجھا جائے اور نہ ہی دعا کو لازم سمجھا جائے کسی کو دعا سے پہلے ضرورت پیش آ جائے تو بلا تکلف دعا سے پہلے چلا جائے یا کوئی دعا میں شریک نہ ہو تو اس پر کوئی الزام اور طعن نہیں یا **خود امام صاحب کسی دن دعا نہ کرائیں اور دعا کرائے بغیر اٹھ کر چلے جائیں تو امام صاحب پر کوئی الزام، کوئی تبصرہ نہ ہو،** ان شرائط کے ساتھ فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا بلا تردد جائز اور درست ہے لیکن اگر نمازوں کا جز سمجھا جائے یا نماز کے بعد دعا کو لازم سمجھا جائے تو یہ عقیدہ بدعت ہے۔ (فتاوی قاسمیہ ۸/۵۵۴)

فقہاء کرامؒ نے لکھا: ان كان صلاة لا تطوع بعدها يتخير،(الامام) ان شاء انحرف عن يمينه أو عن يساره، وان شاه ذهب فى حوائجه لانه قد قضى صلوته۔ (فتاوی شامی، فتاوی تاتارخانیہ، حلبی کبیر، امدادالفتاح شرح نورالایضاح وغیرہ)

اس عبارت سے بھی واضح ہے کہ دعا مانگنا امام کے ذمہ لازم نہیں اور ترک دعا کی بھی پوری گنجائش ہے لہٰذا تاخیر دعا میں تو حرج کا شائبہ بھی نہیں اور نہ ہی دعا کو چھوڑ دینے یا دعا میں تاخیر کرنے پر طعن و تشنیع کا جواز ہے۔

عذاب کو دعوت دینا دانشمندی نہیں:

اگر فرض نماز کے بعد کوئی شخص (امام ہو یا مقتدی) اپنے پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی ''سنت کے مطابق ہاتھ اٹھائے بغیر'' **اللھم انت السلام ومنک السلام** الخ اور **اللھم اعنی علی ذکرک** الخ یا کوئی اور دعا ماثورہ پڑھ کر چلا جاتا ہے اور کوئی ناواقف اس پر تبصرہ کرتا ہے ''ان کو دعا کی ضرورت نہیں ہے، یہ دعا نہیں مانگتے'' وغیرہ یاد رہے تبصرہ کرنے والا متبع سنت پر نکیر کر کے درحقیقت (بالواسطہ) پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر نکیر کر رہا ہے۔(نعوذ باللہ من

ذلک)قال اللہ تعالیٰ شانہ: فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم.

فتویٰ دارالعلوم جامع الہدیٰ مرادآباد:

الجواب و باللہ التوفیق جواب سے قبل چند باتوں کوملحوظ رکھنا ضروری ہے

(۱) فرض نمازوں کے بعد جو دعائیں مانگی جاتی ہیں وہ نمازوں کا جز نہیں ہیں سلام پر نماز مکمل ہو جاتی ہے اور امام ومقتدی کا ربط ختم ہو جاتا ہے اگر امام دعا مانگے تو مقتدیوں کیلئے اس کی اقتداء کرنا لازم نہیں ہے۔

(۲) نمازوں کے بعد دعا قبول ہوتی ہے جیسے اور بہت سے مقامات پر دعائیں قبول ہونا حدیث کے اندر مذکور ہے اس لئے نمازوں کے بعد دعا مانگنا افضل ہے۔

(۳) احادیث میں نمازوں کے بعد اجتماعی دعا مانگنے کا حکم نہیں ہے اس بنا پر فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کر لینا مباح ہے التزام درست نہیں ہے۔

(۴) حضرت مفتی شبیر احمد صاحب نے تحریر فرمایا: لیکن یہ یاد رکھیں کہ فرض نمازوں کے بعد اس اجتماعی دعا کو نہ نمازوں کا جز سمجھا جائے اور نہ ہی لازم سمجھا جائے کسی کو نماز کے بعد دعا سے پہلے ضرورت پیش آ جائے تو وہ بلاتکلف دعا سے پہلے چلا جائے یا کوئی اس دعا میں شریک نہ ہو تو اس پر کوئی الزام اور طعن وتشنیع نہ ہو یا خود امام صاحب کسی دن دعا نہ کرائیں اور دعا کرائے بغیر اٹھ کے چلے جائیں تو امام صاحب پر کوئی الزام یا کوئی تبصرہ بھی نہ ہو ان شرائط کے ساتھ فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا بلاتردد جائز اور درست ہے لیکن اگر نمازوں کا جز سمجھا جائے یا نماز کے بعد دعا کو لازم سمجھا جائے تو یہ عقیدہ بدعت ہے۔(فتاویٰ قاسمیہ ۸)

(۵) فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کرنا مذکورہ شرائط کے ساتھ مباح ہے لیکن امام کے ساتھ ملکر دعا کرنے کی رسم بنالینا خواہ جہری ہو یا سری

بدعت ہے جو قلت علم اور کثرت جہل سے پیدا ہوئی ہے اور جہال کی افراط ہے قال العلامة الشاه محمد انور قدس سره نعم اصل سنة الدعاء يحصل بغير رفع اليدين ولذاقل النقل فى الرفع بعد الصلوة، وانما الرفع كمال فى السنة تحصل سنته به وبغيره، فلا سبيل الى تبديع من رفع ولاالى تجهيل من ترك، واما الامور المحدثة من عقد صورة الجماعة للدعاء كجماعة الصلوة، والانكار على تاركها ونصب امام ثم ائتمام به فيه وغيرذلك من قلة العلم وكثرة الجهل والجاهل امامفرط اومفرط والله الموفق للصواب۔ (نفائس مرغوبہ مصنفہ مفتی کفایۃ اللہ رحمہ اللہ بحوالہ احسن الفتاوی)

مزید تحریر فرماتے ہیں کہ اگر اس کا استحباب تسلیم بھی کرلیا جائے تو التزام بہر صورت بدعت ہے۔ (احسن الفتاوی)

(۶) وہ فرض نمازیں جن کے بعد سنن ونوافل نہیں ہیں وقتی حالات کے مطابق اجتماعی طور پر سورہ یٰس و دیگر قرآنی آیات پڑھنے کی گنجائش ہے لیکن اس کو معمول بنالینا کہ جس سے التزام کا تصور لازم آنے لگے درست نہیں یعنی کبھی پڑھ لیا جائے اور کبھی ترک کردیا جائے یہ صورت درست ہے، قراءة الفاتحة بعد المكتوبة لاجل المهمات مخافتة او جهرا مع الجمع مكروهة فى فتاوىٰ واختار قاضى بديع الدين انه لايكره واختار القاضى جلال الدين ان كانت الصلوة بعدها سنة يكره والا فلا (الفتاوی التاتارخانیہ ۱۸/۴۹، وہکذا عالمگیری ۵/۳۱۴)

خلاصہ: فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کرنا مباح، حالات کے پیش نظر سورہ یسین وغیرہ پڑھنا مباح، ہر ایک کا التزام رسم یا بدعت اور نماز کے بعد دعا نہ کرانے والے امام پر نکیر جہل ہے۔

فقط واللہ اعلم بالصواب

محمد لقمان مفتی دارالعلوم جامع الہدیٰ گلشہید مرادآباد

۸ر ستمبر ۲۰۲۰ء مطابق ۱۹ صفر ۱۴۴۲ھ

فرض نماز کے بعد سورۂ یٰس پھر دعا؟

اگر کہیں وقتی مصلحتوں کے پیش نظر فرض نماز کے بعد فوراً سورۂ یٰـــس یا سورۂ نوح یا ختم خواجگان کا معمول ہو اور امام سلام کے بعد فوراً دعا کرنے کے بجائے ''وقتی معمول'' پورا کرنے کے بعد دعا کرائے تو اس میں فقہاء کرام اور مفتیان عظام کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے مسئلہ سے ناواقف لوگ خواہ مخواہ اس پر اعتراض کرتے ہیں، ظاہر ہے کہ ان کا اعتراض نص قرآنی ''**ولاتقف مالیس لک به علم**'' اور دانشمندی کے خلاف ہے۔

غلط فہمی دور کرنے کے لئے اس سلسلے کے دو فتوے نقل کیے جارہے ہیں:

ایک فتوی میں یہ بتایا گیا ہے کہ ''فرض نماز کے بعد'' اگر دینی مشغولیت کی وجہ سے سنتوں کی ادائیگی میں تاخیر ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، دوسرے فتوی میں ''فرض نماز اور دعا کے درمیان تاخیر'' کی صریح اجازت دی گئی ہے۔

فتاوی سے پہلے دو باتیں ذہن نشین کرلیں۔

(الف) یہ مسلم ہے کہ سنن مؤکدہ فرض نمازوں کا تکملہ وتتمہ ہیں اور ان کی ادائیگی میں تعجیل مطلوب ہے جب کہ تاخیر کو بعض فقہاء کرام نے مکروہ لکھا ہے پھر بھی دینی کاموں کی وجہ سے اگر قدرے تاخیر ہو جائے مثلاً

(۱) مختصر اصلاحی بیان کی وجہ سے۔ (۲) یا مسجد کے لئے چندہ کی وجہ سے۔

(۳) یا تسبیحات واذکار ماثورہ کی وجہ سے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(ب) ظاہر ہے کہ دعا کی اہمیت سنت مؤکدہ سے کم ہی ہے نہ اس میں تعجیل مطلوب ہے نہ تاخیر میں کراہت ہے لہٰذا ارباب بصیرت کے لئے ایک ہی فتوی کافی ووافی ہے تاہم دوسرا فتوی ان لوگوں کے لئے پیش ہے جن کے لئے پہلا فتوی ناکافی ہو کیونکہ دوسرے فتوی میں ''فرض نماز اور دعا کے درمیان تاخیر'' کی صریح اجازت دی گئی ہے۔

جمعہ کے فرض اور سنتوں کے درمیان چندہ کی وجہ سے ہونے والی تاخیر کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید عالم دین اس طرح چندہ کرنے کو منع کرتے ہیں کہ فرض نماز کے بعد سنتوں میں تاخیر لازم آتی ہے جب کہ ہم میں سے بعض لوگ مدرسہ جا کر سنت وغیرہ پڑھتے ہیں اور بعض اپنے گھروں پر جا کر سنت پڑھتے ہیں تو کیا یہ طریقہ صحیح نہیں ہوگا؟ کیونکہ اس سے بھی سنتوں میں تاخیر لازم آتی ہے، ہم پوری بستی والے دارالافتاء سے رجوع کر رہے ہیں آپ ہماری رہنمائی فرمائیں۔

جواب: فرض اور سنن کے درمیان اگر تاخیر کسی دینی وجہ سے ہو تو مضر نہیں مثلا تسبیحات، دعائیں یا مسجد کے لئے چندہ وغیرہ لیکن اگر دنیوی جوہ سے تاخیر ہو، مثلا فرض کے بعد کھانے میں لگ گئے یا دنیاوی باتوں میں لگ گئے تو یہ تاخیر مکروہ ہے بریں بنا مسئولہ صورت میں چونکہ تاخیر دینی وجوہ سے ہو رہی ہے اس لئے اس معمولی تاخیر کو مکروہ نہیں کہا جائیگا، اس موضوع سے متعلق صریح نصوص، احادیث شریفہ سے یہی بات معلوم ہوتی ہے۔

والاصل فی الرواتب أن يأتی بها فی بيته، والسر فی ذلك كله أن يقع الفصل بين الفرض والنوافل بما ليس من جنسها، وأن يكون فصلا معتداً به يدرك بادی الرای، وهو قول عمرؓ لمن أراد أن يشفع بعد المكتوبة إجلس فإنه لم يهلك اهل الكتاب إلا أنه لم يكن بين صلاتهم فصل، فقال النبی صلی الله عليه وسلم اصاب الله بك يا ابن الخطاب، و قوله صلی الله عليه وسلم اجعلوها فی بيوتكم۔ (حجۃ اللہ البالغۃ ۲/۵۲ مکتبہ حجاز دیوبند)

والقدر المتحقق أن كلا من السنن والأوراد له نسبة إلى

الفرائض بالتبعية،والذی ثبت عنه أنه كان يؤخر السنة عنه من الأذكار، (فتح القدیر۱/۴۴۴ دارالفکر بیروت)

جمعہ کی نماز کے بعد دعا سے قبل دین کی مختصر بات کرنا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اس پرفتن دور میں جب کہ دین سے دن بدن دوری ہوتی جارہی ہے جمعہ کے دن جمعہ کی نماز میں امام کے سلام کے فوراً بعد دعاء سے پہلے ایک دو حدیثیں عوام الناس کی اصلاح اور اپنی بھی اصلاح کی نیت سے بیان کردی جائے (یعنی بہت ہی مختصر بیان ہوجائے) کیا اس میں شرعا کوئی حرج ہے؟ واضح فرمائیں۔

جواب: دینی ضرورت سمجھتے ہوئے جمعہ کی نماز کے فوراً بعد دعا سے قبل مختصرا اصلاحی گفتگو کرنے میں شرعا کوئی حرج نہیں ہے لیکن دو باتوں کا لحاظ رکھا جائے کہ گفتگو اتنی طویل نہ ہو کہ لوگ اکتانے لگیں یا سنت چھوڑ کر مسجد سے چلے جائیں اور دوسرے یہ کہ اتنی پابندی سے نہ ہو کہ لوگ اسے ضروری خیال کرنے لگیں (کتاب النوازل ۲۶۱/۵) یعنی دین کی بات سنانے میں بھی کبھی کبھی ناغہ ہونا چاہیے۔

تنبیہ: دینی امور کی وجہ سے دعا میں تاخیر کا یہ طریقہ کتابوں میں بند نہیں ہے بلکہ امت کے معمولات میں شامل ورائج ہے چنانچہ

(۱) بے شمار مساجد میں نماز جمعہ کے بعد سلام اور دعا کے درمیان مختصر بیان ہوتا ہے ان بے شمار مساجد میں سے ایک مدنی مسجد لالباغ بھی ہے۔

(۲) مدرسہ شاہی کے صدر مفتی مفتی شبیر احمد صاحب کا معمول ہے جب کسی نئی جگہ کوئی نماز پڑھاتے ہیں تو سلام اور دعا کے درمیان مختصر بیان فرماتے ہیں۔

(۳) حضرت مولانا مفتی سلمان صاحب زید مجدہ ایک عرصہ تک شاہی مسجد میں نماز عصر کے سلام اور دعا کے درمیان وقتی مصلحت کے پیش نظر ختم خواجگان کا اہتمام فرماتے رہے ہیں۔

میری ایک نصیحت بہت غور سے سنو! (شیخ زکریا علیہ الرحمہ)

اگر آپ عالم وفاضل ہیں اور حسن اتفاق کسی مدرسہ سے وابستہ بھی ہیں لیکن دیگر مشاغل (تجارت، چندہ، عملیات وغیرہ) کی وجہ سے مطالعہ اور تحقیقات کے لئے کتابوں کو وقت نہیں دے سکتے ہیں تو خاموش رہنے کا ہنر سیکھ لیجئے اور تحقیقی کام ان کو کرنے دیجئے جنہوں نے اپنی زندگی تحقیقات کے لئے وقف کررکھی ہے۔

''خاموش رہو محفوظ رہو گے'' تا مرد سخن نگفتہ باشد عیب وہنرش نہفتہ باشد۔

کسی نے سچ کہا ہے اذا تم العقل نقص الکلام (ای قل الکلام) مبادا آپ کا پرخلوص کلام کسی غلط گفتار وکردار اور غلط نظریہ کا طرف دار ہو جائے کیوں کہ

ناحق کے لئے اٹھے تو شمشیر بھی فتنہ
شمشیر کیا؟ نعرۂ تکبیر بھی فتنہ

ملاحظہ فرمائیں حضرت شیخ زکریا علیہ الرحمہ کی قیمتی نصیحت جو قرآن کریم کی نصوص **اتقوا الله وقولوا قولا سديدا** اور **لاتقف ماليس لك به علم** کے عین مطابق ہے اور اس کا استحضار وامتثال (اس پر عمل کرنا) باعث نجات ہے۔

میری ایک نصیحت بہت غور سے سنو! ہمیشہ ایسی چیزوں پر لب کشائی کرو جس کے مالہ وماعلیہ پر پورے طور پر عبور ہو، البتہ کسی شرعی منصوص کے خلاف کوئی چیز ہو تو اس میں کسی کی بھی رعایت نہ کرو، اللہ (جل شانہ) اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی قول معتبر نہیں۔ بلکہ فقہاء سلف کے منصوص اقوال کے خلاف بھی مقلد کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔ (الاعتدال ۳۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وبه تعالى نستعين ونصلى ونسلم على رسوله الكريم :

فرض نمازوں کے بعد کی مسنون دعائیں اور اذکار

اللہ تعالیٰ نے اپنے بے انتہا لطف وفضل سے آپ کو فرض نماز جیسی عظیم الشان عبادت کی توفیق بخشی اور اس کی برکت سے بعد کے قیمتی اوقات کو بھی قبولیت کا وقت بتایا حبیب خدا نبی مصطفیٰ محمد رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اِن مبارک ومسعود لمحات کی قدر فرماتے ہوئے ان میں مخصوص اذکار اور مخصوص دعاؤں کا اہتمام فرماتے تھے۔

افسوس امت کا بڑا طبقہ اس سنت نبوی سے محروم ہے جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلنے والے یہ انمول موتی برکتوں کا خزانہ ہیں یہ مقبول دعائیں اور مبارک اذکار بندے کے خشوع وخضوع، انکساری وخاکساری کا نقش جمیل اور مالک کی تعریف وتوصیف کا بے نظیر شاہکار ہیں ان کا پڑھنا سعادت ہی سعادت ہے یہ دعائیں اور اذکار دنیا وآخرت دونوں جہان میں کامیابی کی ضمانت ہیں۔

ان کو پڑھنے سے پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت زندہ ہوگی۔

ان کو پڑھنے سے پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کو ٹھنڈک ملے گی۔

ان کو پڑھنے سے پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو سرور حاصل ہوگا۔

ان کو پڑھنے سے آپ کے دل کو بھی سکون وراحت حاصل ہوگی۔

تنبیہ : فرض نمازوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جن اذکار اور دعاؤں کا پڑھنا ثابت ہے ان کو کس وقت میں پڑھنا چاہیے؟

اس مسئلہ میں دو قول ہیں۔

(۱) فقہاء محققین کے نزدیک سلام کے فوراً بعد، سنتوں سے پہلے پڑھنا افضل اور بہتر ہے۔

(۲) مشہور قول یہ ہے کہ سنتوں کے بعد پڑھنا بہتر ہے۔

لہٰذا جس کو جب سہولت ہو بلا تکلف پڑھ لے، لوگ پہلے اور بعد کے چکر میں پڑ کر ان کو چھوڑ دیتے ہیں اور زندگی بھر ایسی عظیم سعادت اور پیغمبر کی سنت سے محروم رہ جاتے ہیں اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور پوری امت کو بھی عمل کی توفیق دے، محروم نہ فرمائے۔

مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا:

فقہاء محققین (شمس الائمہ حلوانی یعقوب بن السید علی متوفی ۹۳۱ھ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، علامہ حلبی، علامہ طحطاوی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ وغیرہم) کی تصریح کے موافق راجح یہی ہے کہ سنتوں سے پہلے یہ اذکار وادعیہ ماثورہ پڑھی جائیں، یہی قول ظاہر احادیث کے موافق ہے۔ (کفایت المفتی ۳/۳۱۵)

مدلل و مفصل گفتگو کے بعد آگے چل کر مفتی صاحب نے تحریر فرمایا: اب کس کو یہ جرأت ہوسکتی ہے کہ وہ فرض نمازوں کے سلام کے بعد اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلام الخ کے علاوہ دوسرے اذکار وادعیہ ماثورہ کو ناجائز یا مکروہ کہہ سکے (کفایت المفتی ۳/۳۱۹)

لہٰذا مندرجہ ذیل دعائیں فرض نمازوں کے سلام کے بعد فوراً سنتوں سے پہلے پڑھنے کا معمول بنائیں۔

(۱) نماز میں ہونے والی غلفتوں اور کوتائیوں پر پوری ندامت کے ساتھ تین مرتبہ استغفار پڑھیں مثلاً استغفر الله الذی لا اله الا هو الحی القيوم واتوب اليه پڑھیں! (عمل الیوم واللیۃ)

فضیلت: استغفار سے سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، آدمی اللہ کی پکڑ سے بچ جاتا ہے، حاجتیں اور ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔

(۲) ایک مرتبہ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلام وَمِنْكَ السَّلَام تَبَارَكْتَ يَا ذَالجَلالِ وَالإِكْرَام۔ (مسلم شریف)

(۳) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو اپنا سیدھا ہاتھ اپنے سر مبارک پر ملتے اور یہ دعا پڑھتے بسم الله الذی لا اله الا هو الرحمن

الرحیم اللهم اَذْهِبْ عَنِّی الْهَمَّ وَالْحُزْنَ ۔(عمل الیوم واللیلۃ)

(۴)ایک مرتبہ یا تین مرتبہ سبحان ربك رب العزت عمايصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العلمين ۔(مجمع الزوائد۱۰۲)

فضیلت:ان آیات کو پڑھنے سے نیکیوں کا پورا پورا ثواب لکھا جاتا ہے۔

کیا آپ نماز کا کامل و مکمل ثواب چاہتے ہیں۔

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ سے فرمایا کہ تم کسی بھی نما کے بعد اس دعا کو نہ چھوڑنا،اَللّٰھُمَّ اَعِنِّی عَلٰی ذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ۔ (ابوداؤد وغیرہ)

کیا آنجناب کو یہ دعائیں پڑھنے کی سعادت حاصل ہے؟

(۶) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی نماز کا سلام پھیرتے تو (تعلیم وترغیب کی غرض سے)بآواز بلند پڑھا کرتے تھے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہُ لَاشَرِیْكَ لَہُ، لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیءٍ قَدِیْرٍ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ لَا اِلَہَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاہُ لَہُ النِعْمَۃُ وَلَہُ الْفَضْلُ وَلَہُ الثَّنَاءُ الحسن الجميل لَا اِلَہَ اِلَّا اللّٰہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِیْنُ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنُ۔ (رواہ مسلم عن ابن الزبیرؓ ۲۱۸/۱ وابوداؤد۲۱۱/۱)

آں محترم سعادت بھری اس عظیم دعا سے محروم تو نہیں؟

(۷) ایک مرتبہ آیت الکرسی پڑھیں:

ایک فضیلت: جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے گا اسے ایسے شہید کا بلند مرتبہ ملیگا جس نے انبیاء علیہم السلام کی حمایت ونصرت میں جہاد کیا ہو۔(عمل الیوم واللیلۃ)

(۸) پانچوں وقت تسبیح فاطمہؓ پڑھیں:سبحان الله ، الحمد لله، الله اكبر ۳۳-۳۳/مرتبہ اور لا اله الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على

کل شی قدیر **ایک مرتبہ پڑھیں۔**

ایک فضیلت: اس کو پڑھنے سے جنت میں ہر کلمہ کے بدلہ ایک درخت اگتا ہے، اس لحاظ سے ایک وقت میں ۱۰۰؍درختوں کا ایک عالی شان باغ تیار ہوجاتا ہے، اگر اس تسبیح کو صرف دو ہی وقت پڑھتے ہیں تو سوسو درختوں کے تین تین باغوں کا زبردست خسارہ روزانہ کیسے اور کب سے برداشت کررہے ہیں؟

(۹) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا سلام پھیرتے تھے تو پڑھتے تھے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَیْ مَاقَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَااَعْلَنْتُ وَمَااَسْرَفْتُ وَمَااَنْتَ اَعْلَمُ بِه مِنِّی اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَالْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔ **(رواہ ابوداؤد عن علی ۱؍۲۱۲)**

(۱۰) اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْیَا وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔ **(بخاری کتاب الجہاد ۱؍۳۹۶)**

(۱۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد دعا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَیءٍ اَنَا شَهِیْدٌ اَنَّكَ الرَّبُّ لَاشَرِیْكَ لَكَ، اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَیءٍ اَنَا شَهِیْدٌ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ، اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَیءٍ اَنَا شَهِیْدٌ اَنَّ الْعِبَادَ كُلَّهُمْ اِخْوَةٌ، اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَیءٍ اِجْعَلْنِیْ مُخْلِصًا لَكَ وَاَهْلِیْ فِیْ كُلِّ سَاعَةٍ مِنَ الدُّنْیَا وَالاٰخِرَةِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ اِسْمَعْ وَاسْتَجِبْ، اَللّٰهُ الْاَكْبَرُ اَللّٰهُ الْاَكْبَرُ، اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَللّٰهُ الْاَكْبَرُ، حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلِ، اَللّٰهُ الْاَكْبَرُ اَللّٰهُ الْاَكْبَرُ۔ **(رواہ ابوداؤد والنسائی عن زید ابن ارقم ۱؍۲۱۱)**

(۱۲) حضرت عقبہ ابن عامرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہر نماز کے بعد معوذات (یعنی قل ھو اللہ احد قل اعوذ برب الفلق **اور** قل اعوذ برب الناس**) پڑھا کرو! (رواہ ابوداؤد ۱؍۲۱۲)**

(۱۳) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَه لَاشَرِیْكَ لَه، لَه الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰهُمَّ لَامَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ

وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُ۔ (رواہ البخاریؒ عن المغیرہؓ ۱/۱۷۱ ومسلمؒ ۱/۲۱۸) اور ترمذی شریف کی روایت کے مطابق پڑھنے والے کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں، دس گنا مٹا دیے جاتے ہیں، دس درجہ بلند کر دیے جاتے ہیں، شیطان اور ناگوار چیزوں سے حفاظت کی جاتی ہے۔

(۱۴) سبحان الله، الحمدلله ، الله اکبر دس دس مرتبہ۔

فضیلت: پانچ وقت میں ان کی مجموعی تعداد ۱۵۰/ ہوگی اور میزان عمل میں ان کا وزن ۱۵۰۰/ کے برابر ہوگا۔

(۱۵) فجر اور مغرب کے بعد اسی نشست میں بات چیت سے پہلے دس مرتبہ پڑھیں لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْـدَه لَاشَـرِيْكَ لَه، لَه الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَـيءٍ قَدِيْرٌ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح پڑھا کرتے تھے، احادیث اسی میں اس کی بہت فضیلت آئی ہے۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس کو پڑھنے پر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ۱۰/ غلاموں کو آزاد کرنے کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ (بخاری ومسلم وغیرہ)

توجہ فرمایئے مغرب کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ ہے پھر بھی آقا صلی اللہ وعلیہ وسلم سنتوں سے پہلے دس مرتبہ اس کلمہ کو پڑھا کرتے تھے۔

(۱۶) نماز فجر کے بعد پڑھیے: اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَا اللّٰهُ وَحْدَهُ لاشَرِيْكَ لَه اِلٰهًا وَاحِدًا صَمَدًا لَمْ يَتَّخِذْ صاحِبَةً ولا ولدًا وَلَمْ يَكُنْ لَه كُفُوًا اَحَدٌ۔

فضیلت: اس کو پڑھنے والے کے نامۂ اعمال میں چالیس ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔(عمل الیوم واللیلۃ ۱۳۶)

(۱۷) اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَعَمَلاً مُتَقَبَّلًا وَرِزْقًا طَيِّبًا ۔(عمل الیوم واللیلۃ ۱۳۶)

الغرض بہت سی دعائیں اور وظائف ہیں کہ فرض نمازوں کے بعد ان کے

پڑھنے کی فضیلت احادیث میں وارد ہوئی ہے یہ ضروری نہیں کہ تمام اذکار ہر نماز کے بعد پڑھے جائیں لیکن زیادہ سے زیادہ پڑھنے میں جو اجر وثواب، درجات کی ترقی اور سعادت مندی ہے وہ کم پڑھنے میں کہاں ہے؟ اگر چہ ان میں سے بعض کو پڑھ لینا ادائیگی سنت کے لئے کافی ہوگا اس لئے اگر کوئی شخص سب یا ان میں سے بعض طویل اذکار اور دعائیں پڑھنا چاہتا ہے تو بلا تکلف دعا یا سنتوں سے پہلے پڑھ لے بالخصوص ایسے حالات میں جب کہ عموماً سنن ونوافل کے بعد مسجد میں رکنا گراں گرزتا ہے جس کی وجہ سے یہ مسنون اذکار اور دعائیں متروک ہوتی جارہی ہیں۔

ان اذکار اور دعاؤں کی وجہ سے اگر سنت پڑھنے میں تاخیر ہوتی ہے تو یہ ایسی تاخیر ہے جیسے گھر جا کر سنتوں کے پڑھنے میں ہوتی ہے ایسی تاخیر سے ثواب میں کمی نہیں آتی۔

حضرت شاہ عبدالحقؒ فرماتے ہیں کہ سنت پڑھنے میں تعجیل کا حکم سنت سے پہلے آیت الکرسی اور ایسے دوسرے اذکار کے مخالف نہیں ہے۔ (اشعۃ اللمعات ۱/۱۱۸)

تنبیہ: البتہ ایسی طویل دعائیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے بعد منقول نہیں ان کو دعا سے پہلے پڑھنے کی عادت نہ بنا لینی چاہیے جس سے سنت میں تاخیر ہو، زیادہ تفصیل کے لئے دیکھئے "**النفائس المرغوبة فی حکم الدعاء بعد المکتوبة**" (کفایۃ المفتی) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

معلوم ہوا کہ اگر شخص اذکار مسنونہ کو نظر انداز کرتا ہے اور غیر ماثورہ طویل دعاؤں میں مشغول ہو جاتا ہے اس کا عمل فتوی کے خلاف ہے۔

قابل اصلاح فکر

لہٰذا اگر امام صاحب یا کوئی مقتدی کسی وقت ان سب ماثورہ اذکار میں سے زیادہ پڑھنا چاہتا ہے اور کوئی مقتدی ان میں اختصار کرنا چاہتا ہے۔
یا خود امام صاحب کسی وقت اختصار کرنا چاہتے ہیں تو کسی کو بھی شرعاً یہ حق نہیں

ہے کہ وہ امام پر دباؤ ڈال کر کسی ایک طریقہ کا پابند کرے اور نہ مقتدیوں کو امام کے طریقۂ کار کا پابند کرنے کی اجازت ہے کیوں کہ ان دعاؤں کا پڑھنا صرف مستحب ہے لہٰذا ہر ایک اپنے اپنے عمل میں آزاد ہے جس کا دل چاہے مختصر وظیفہ پڑھ کر امام سے پہلے دعا کر لے امام کے انتظار کی ضرورت نہیں اور جو چاہے امام سے زیادہ وظائف پڑھ کر امام کے بعد دعا شروع کرے امام کے ساتھ دعا کرنے کے لئے وظائف میں اختصار کرنے کی ضرورت نہیں، ایسی صورت میں اگر کسی کو یہ فکر ستا رہی ہو کہ ''لوگ امام کی دعا سے پہلے چلے گئے'' یا کسی کو یہ شکایت ہو جائے کہ لوگ مسجد میں رہتے ہوئے امام کے ساتھ دعا میں شریک نہیں ہوتے ہیں تو اس کی یہ فکر وشکایت ہرگز لائق تحسین نہیں بلکہ قابل اصلاح ہے۔

اہم ہدایت: مصائب وآفات سے نجات اور تحفظ کے لئے جو مجرب معمولات حضرات اکابرؒ سے ثابت ہیں وہ یقیناً درست اور مفید ہیں لیکن سنت یا مستحب نہیں ہیں جو لوگ ان سے فیض اٹھانا چاہتے ہیں بلا تکلف ان پر عمل کر سکتے ہیں لیکن یاد رکھیں کہ مصائب کو دور کرنے کے لئے **اصل عمل حقوق اللہ اور حقوق العباد کا ادا کرنا، گناہوں سے توبہ و پرہیز کرنا، حسب استطاعت صدقہ وخیرات کرنا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی عملاً اشاعت کرنا ہے**

اور مندرجہ ذیل امور کا لحاظ بھی ضروری ہے۔

(الف) اس میں ایسا اہتمام والتزام نہ کیا جائے کہ لوگوں کو بلا بلا کر اس میں شریک کیا جائے۔

(ب) جو نہ شریک ہو اس پر لعن طعن نہ کیا جائے۔

(ج) شریک نہ ہونے والے کو حقارت اور برائی کی نظر سے نہ دیکھا جائے اگر ایسا کیا جائے گا تو بدعت اور ناجائز ہو جائے گا بلکہ لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا جائے جس کا جی چاہے

شریک ہو، جس کا جی چاہے نہ شریک ہوں۔ (مستفاد فتاوی محمودیہ ۳۱۱/۵)

(د) ایسے مواقع کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو دعائیں منقول ہیں ان سے غفلت نہ برتی جائے بلکہ ان کو پڑھنے کا معمول بھی بنایا جائے۔ مثلاً جب کسی سے نقصان پہونچنے کا خطرہ ہو تو یہ دعائیں بکثرت پڑھیں۔

(۱) اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِی نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی کا ڈر ہوتا تھا تو آپ اس دعا کا اہتمام فرماتے تھے۔ (مشکوۃ شریف)

(۲) اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَآمِنْ رَوْعَاتِنَا ۔ غزوۂ خندق کے موقع پر جب صحابۂ کرامؓ دشمنوں کے نرغہ میں پھسے ہوئے تھے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو یہ دعا سکھلائی تھی، صحابہ کرامؓ نے یہ دعا پڑھی تو اللہ تعالی کی زبردست نصرت آئی اور دشمن کو شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

(۳) يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پریشانیوں میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

(۴) اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّی لَااُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء بنت عمیس کو پریشانیوں سے نجات کے لئے یہ دعا سکھلائی تھی۔

(۵) سبھی مسائل کے حل کے لئے صبح وشام سات سات مرتبہ پڑھنے کا معمول بنالیجئے حَسْبِیَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّاهُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔

۞۞۞۞۞

۞۞۞